ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
13
www.tanzeem.org
یکم تا 7 اپریل 2014ء/یکم تا 7 جمادی الاُخریٰ 1435ھ

ظلم کا خاتمہ اور قیامِ عدل

ظلم کسی بھی حالت میں قابلِ قبول نہیں ہے۔ ظالم فرد ہو یا جماعت، عوام ہوں یا حکومت، ظلم کا ساتھ کسی صورت میں بھی نہیں دیا جا سکتا۔ ظالم کے ساتھ تعاون کرنے والا بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک ظلم میں برابر کا شریک ہے۔ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جس کسی نے حق کو دبانے کے لئے باطل کا ساتھ دیا، اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اس سے براءت و بیزاری کا عام اعلان ہے۔''

صحابیٔ رسول ﷺ حضرت عمر بن سعدؓ نے اسلام کی کتنی خوشنما تعریف کی ہے! فرماتے ہیں ''اسلام ایک ناقابلِ شکست فصیل ہے اور مضبوط دروازہ! اسلام کی فصیل اس کا عدل و انصاف ہے اور اس کا دروازہ حق و صداقت! اگر یہ فصیل گر جائے اور یہ دروازہ ٹوٹ جائے تو اسلام مغلوب ہو جائے گا۔ جب تک سلطان مضبوط ہو گا، اسلام غالب رہے گا اور سلطان کی مضبوطی تلوار اور کوڑے کی بدولت نہیں ہوتی بلکہ اس کی مضبوطی کا راز حق و انصاف اور عدل و مساوات میں پنہاں ہے۔''

سچی بات یہ ہے کہ جس قوم میں ظلم و ستم عام ہو جائے وہ ہر لحاظ سے پستی میں مبتلا ہو جاتی ہے اور جس قوم میں عدل و انصاف کا بول بالا ہو وہ ہر میدان میں سرخرو ہوتی ہے۔

عمر بن الخطاب ؓ
سید عمر تلمسانی

اس شمارے میں

پاکستان: اسلامی ریاست یا......؟
کفار سے دوستی کی ممانعت
یوم بازیابیٔ پاکستان
جذبۂ اخوت بیدار کیجئے!
فوجی آپریشن: حل یا ٹریپ؟
میرے والد، میرے رہبر
ہو نہ جائے آشکارا شرعِ پیغمبرؐ کہیں
کلامِ اقبال
تنظیمِ اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

الھدیٰ (605)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

’’ہم لازماً پوچھ کر رہیں گے......‘‘

سُورۃُ الحِجر | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات 89 تا 93

وَقُلۡ اِنِّیۡۤ اَنَا النَّذِیۡرُ الۡمُبِیۡنُ ﴿ۚ۸۹﴾ کَمَاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلَی الۡمُقۡتَسِمِیۡنَ ﴿ۙ۹۰﴾ الَّذِیۡنَ جَعَلُوا الۡقُرۡاٰنَ عِضِیۡنَ ﴿۹۱﴾
فَوَرَبِّکَ لَنَسۡـَٔلَنَّہُمۡ اَجۡمَعِیۡنَ ﴿ۙ۹۲﴾ عَمَّا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ﴿۹۳﴾

آیت ۸۹ ﴿وَقُلۡ اِنِّیۡۤ اَنَا النَّذِیۡرُ الۡمُبِیۡنُ ﴿۸۹﴾﴾ ’’اور کہہ دیجیے کہ میں تو کھلم کھلا خبردار کرنے والا ہوں۔‘‘

میری اس کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں ہے کہ آپ لوگوں کو واضح طور پر خبردار کر دوں۔

آیت ۹۰ ﴿کَمَاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلَی الۡمُقۡتَسِمِیۡنَ ﴿۹۰﴾﴾ ’’جیسے کہ ہم نے نازل کیا ان تقسیم کرنے والوں پر۔‘‘

آیت ۹۱ ﴿الَّذِیۡنَ جَعَلُوا الۡقُرۡاٰنَ عِضِیۡنَ ﴿۹۱﴾﴾ ’’جنہوں نے (اپنے) قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔‘‘

اس آیت کے مفہوم کے سلسلے میں مفسرین نے مختلف آراء بیان کی ہیں۔ اس ضمن میں زیادہ قرین قیاس رائے یہ ہے کہ یہاں لفظ ’’قرآن‘‘ کا اطلاق تورات پر ہوا ہے۔ جیسا کہ سورۂ سبا کی آیت ۳۱ میں فرمایا گیا: ﴿وَقَالَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَنۡ نُّؤۡمِنَ بِہٰذَا الۡقُرۡاٰنِ وَلَا بِالَّذِیۡ بَیۡنَ یَدَیۡہِ ؕ﴾ یعنی کفار کہتے ہیں کہ نہ اس قرآن پر ایمان لاؤ اور نہ اس پر جو اس سے پہلے تھا۔ تو گویا تورات بھی قرآن ہی تھا اور یہود نے اپنے مفادات کے لیے اپنے اس قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا۔ ان کے اس کارنامے کا تذکرہ سورۃ الانعام کی آیت ۹۱ میں اس طرح ہوا ہے: ﴿تَجۡعَلُوۡنَہٗ قَرَاطِیۡسَ تُبۡدُوۡنَہَا وَتُخۡفُوۡنَ کَثِیۡرًا ۚ﴾ ’’تم نے اس (تورات) کو ورق ورق کر دیا ہے‘ ان میں سے کسی حصے کو ظاہر کرتے ہو اور اکثر کو چھپا کر رکھتے ہو۔‘‘

آیت ۹۲ ﴿فَوَرَبِّکَ لَنَسۡـَٔلَنَّہُمۡ اَجۡمَعِیۡنَ ﴿۹۲﴾﴾ ’’تو (اے محمد ﷺ!) آپ کے رب کی قسم! ہم ان سب سے پوچھ کر رہیں گے۔‘‘

اس آیت کا مضمون اور انداز وہی ہے جو اس سے پہلے ہم سورۃ الاعراف میں پڑھ چکے ہیں: ﴿فَلَنَسۡـَٔلَنَّ الَّذِیۡنَ اُرۡسِلَ اِلَیۡہِمۡ وَلَنَسۡـَٔلَنَّ الۡمُرۡسَلِیۡنَ ﴿۶﴾﴾ ’’ہم لازماً پوچھ کر رہیں گے ان سے بھی جن کی طرف رسولوںؑ کو بھیجا گیا اور ان سے بھی جن کو رسولؑ بنا کر بھیجا گیا‘‘۔ چنانچہ اے نبی (ﷺ) یہ تھوڑے وقت کی بات ہے‘ ہم ان سے ایک ایک چیز کا حساب لے کر رہیں گے۔

آیت ۹۳ ﴿عَمَّا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ﴿۹۳﴾﴾ ’’جو کچھ یہ لوگ کرتے رہے ہیں۔‘‘

فرمان نبویؐ

عَنۡ مُعَاذِ بۡنِ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ:

((مَنۡ تَرَکَ اللِّبَاسَ تَوَاضُعًا لِلّٰہِ وَھُوَ یَقۡدِرُ عَلَیۡہِ دَعَاہُ اللّٰہُ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ عَلٰی رُؤُسِ الۡخَلَائِقِ حَتّٰی یُخَیِّرَہٗ مِنۡ اَیِّ حُلَلِ الۡاِیۡمَانِ یَلۡبَسُھَا))

(رواہ الترمذی)

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جو بندہ بڑھیا لباس کی استطاعت کے باوجود ازراہِ تواضع وانکساری اس کو استعمال نہ کرے (اور سادہ معمولی لباس ہی پہنے) تو اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن ساری مخلوقات کے سامنے بُلا کر اختیار دے گا کہ وہ ایمان کے جوڑوں میں سے جو جوڑا بھی پسند کرے‘ اس کو زیب تن کرے۔‘‘

تشریح: یہ بشارت ان بندوں کے لئے ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے اتنی دولت دی ہے کہ وہ بہت اعلیٰ اور بیش قیمت لباس بھی استعمال کر سکتے ہیں لیکن وہ اس مبارک جذبے کے تحت ایسا لباس نہیں پہنتے کہ اس کی وجہ سے دوسرے بندوں پر میرا تفوق اور میری بڑائی ظاہر ہو گی اور شاید کسی غریب ونادار بندے کا دل ٹوٹے۔ بلاشبہ بہت ہی مبارک اور پاکیزہ ہے یہ جذبہ۔ اس حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ جو بندے اس جذبے کے تحت ایسا کریں گے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اہل محشر کے سامنے انہیں اس انعام و اکرام سے نوازے گا کہ اہلِ ایمان جنتیوں کے لئے جو اعلیٰ سے اعلیٰ جوڑے وہاں موجود ہوں گے‘ فرمایا جائے گا کہ ان میں سے جو جوڑا چاہو لے لو اور استعمال کرو۔

ادار یہ

مرزا ایوب بیگ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پاکستان: اسلامی فلاحی ریاست یا مسلمانوں کا ملک؟

ریاست پاکستان بہت سے اعتبارات سے اس دنیا میں ایک منفرد ریاست ہے۔ یہ واحد ریاست ہے جو اسلام کے نام پر وجود میں آئی تھی۔ یہ واحد ریاست تھی جو دو حصوں میں منقسم تھی، جن کے درمیان اس کا ازلی اور ابدی دشمن ملک پھیلا ہوا تھا۔ یہ دنیا کا واحد ملک ہے جس کی سلامتی کے حوالے سے اس کے اپنے باسی شکوک وشبہات کا اظہار کرتے رہتے ہیں اور بیرونی دنیا اس کے عالمی نقشے سے غائب ہونے کی تاریخیں دیتی رہتی ہے۔ یہ ایک ایسی ریاست ہے جس میں ایک سے زائد تعلیمی نظام رائج ہیں۔ بنیادی طور پر یہ زرعی ملک ہے، لیکن زراعت میں خودکفیل نہیں۔ صنعت اور ٹیکنالوجی کے حوالہ سے یہ پسماندہ ملک ہے، بہت سی بنیادی ضروریات دوسرے ممالک سے درآمد کرتا ہے، لیکن ایٹمی صلاحیت حاصل کر چکا ہے اور ایٹمی ٹیکنالوجی میں بھارت جیسے صنعتی لحاظ سے ترقی یافتہ ملک سے کہیں آگے ہے۔ پھر یہ کہ اہل پاکستان اپنی شناخت کے حوالہ سے متفق نہیں۔ ملک کی عظیم اکثریت خود کو اُمتِ مسلمہ کا حصہ سمجھتی ہے، اسلام کو پاکستان کی بنیاد اور اسلامی نظام کو نظریہ پاکستان کی عملی تعبیر خیال کرتی ہے، جبکہ ایک قلیل مگر انتہائی مؤثر گروہ پاکستان کو مسلمانوں کا ایسا ملک قرار دیتا ہے جو صرف ہندو کے معاشی استحصال سے بچنے کے لیے قائم کیا گیا۔ بانی پاکستان ان کے بقول سیکولر پاکستان چاہتے تھے۔ وہ قائداعظم کی 11 اگست 1947ء کی اسمبلی میں کی گئی تقریر کے ایک جز کو اپنے استدلال کی بنیاد بناتے ہیں۔ یہ گروہ اگرچہ قلیل ہے، لیکن اسٹیبلشمنٹ میں اثر ورسوخ رکھنے اور ذرائع ابلاغ پر بلاشرکت غیرے قبضہ کی وجہ سے بہت بڑا اور مؤثر دکھائی دیتا ہے۔ ہم اس تحریر میں اسی نکتہ کو زیر بحث لائیں گے کہ کیا بانیانِ پاکستان تحریک پاکستان کے کارکنان اور عوام جو گلی کوچوں اور بازاروں میں ’’لے کر رہیں گے پاکستان‘‘ اور ’’پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ‘‘ کے نعرے لگاتے ہوئے اس تحریک کے ہراول دستہ بنے ہوئے تھے وہ ہندوستان کو کاٹ کر ایک اسلامی فلاحی جمہوری ریاست کی تشکیل چاہتے تھے یا ہندو کے استحصال سے پاک محض مسلمانوں کا ایک ملک بنانا چاہتے تھے۔

ہماری سوچی سمجھی رائے یہ ہے کہ ہمارے یہ بزرگ پاکستان کو ایک ایسی اسلامی فلاحی جمہوری ریاست بنانا چاہتے تھے جس میں اسلام کا نظامِ عدلِ اجتماعی رائج ہوگا۔ اگر مسئلہ محض مسلمانوں کو ہندوؤں کے معاشی استحصال سے بچانا ہوتا تو یہ مقصد خون کے دریا بہائے اور عزتیں لٹائے بغیر بھی حاصل کیا جا سکتا تھا۔ کون نہیں جانتا کہ کانگریس اور ہندوؤں کے باپو گاندھی تقسیم ہند کو بچانے کے لیے مسلم لیگ کی ہر شرط تسلیم کر لیتے، وہ سفید کاغذ پر دستخط کرنے پر تیار ہو جاتے۔ فرض کریں مسلم لیگ یہ تسلیم بھی کر لیتی کہ متحدہ ہندوستان میں کنفیڈرل نہیں بلکہ فیڈرل نظام حکومت ہوگا، لیکن جداگانہ انتخابات اور صوبائی خودمختاری کا مطالبہ کر دیتی، مرکز کے پاس صرف کرنسی، دفاع اور امور خارجہ ہوتے تو کوئی ہمیں سمجھا دے کہ معاشی ہی نہیں سیاسی سطح پر بھی کانگریس مسلمانوں کا کیا بگاڑ سکتی تھی۔ آج پاکستان میں آئین میں اٹھارہویں ترمیم کے باوجود مرکز کے پاس بہت سے اختیارات ہیں۔ پھر بھی صوبے کنٹرول سے باہر ہو رہے ہیں۔ یہ بات الگ ہے کہ پاکستان میں مرکز اور صوبے دونوں سطحوں پر عوام کا معاشی اور سیاسی استحصال خود مسلمان حکمرانوں کے ہاتھوں ہو رہا ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کو ہندو کے معاشی استحصال سے بچانے کا واحد حل مکمل طور پر ایک الگ ریاست کا قیام لازم نہ تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ قائداعظم نے تقسیم ہند سے پہلے ایک سو سے زائد ایسی تقاریر کیں، جن میں اسلام کا

ہفت روزہ

لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

کیم تا 7 اپریل 2014ء جلد 23
کیم تا 7 جمادی الاُخریٰ 1435ھ شمارہ 13

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

مدیر: ایوب بیگ مرزا

نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور-54000
فون: 36316638-36366638 فیکس: 36313131
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان

انڈیا--------------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)

ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
’’مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن‘‘ کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

’’ادارہ‘‘ کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

حوالہ یا نئے ملک میں اسلامی نظام نافذ کرنے کا ذکر ہے۔ یہاں تک کہ جب قائداعظم سے پوچھا گیا کہ پاکستان کا آئین کیسا ہوگا تو قائد کا جواب تھا کہ ہمارا آئین تیرہ سو سال پہلے قرآن پاک کی صورت میں موجود ہے۔25 جنوری 1948ء کو کراچی بار ایسوسی ایشن سے خطاب کرتے ہوئے قائداعظم نے دوٹوک انداز میں فرمایا تھا:

''اسلامی اصول آج بھی ہماری زندگی کے لیے اسی طرح قابل عمل ہیں جس طرح تیرہ سو سال پہلے قابل عمل تھے۔ میں یہ نہیں سمجھ سکا کہ لوگوں کا ایک گروہ جان بوجھ کر فتنہ اندازی سے یہ بات کیوں پھیلانا چاہتا ہے کہ پاکستان کا آئین شریعت کی بنیاد پر مدوّن نہیں کیا جائے گا۔''

سٹیٹ بینک آف پاکستان کا افتتاح کرتے ہوئے معمارِ پاکستان قائداعظم محمد علی جناح نے فرمایا تھا کہ

''اب آپ کو اسلام کا نظامِ معیشت تیار کرنا ہے' اس مغربی نظامِ معیشت نے انسان کو کوئی خیر اور بھلائی عطا نہیں کی۔''

قیامِ پاکستان کے بعد قائداعظم کی 13 ماہ میں 14 تقاریر ایسی ہیں جن سے قائد کا یہ واضح رجحان سامنے آتا ہے کہ وہ پاکستان کو اسلامی نظریاتی جمہوری ریاست بنانا چاہتے تھے۔ قائداعظم نے اپنے انتہائی مختصر دور میں صرف ایک شعبہ ''ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک ری کنسٹرکشن'' قائم کیا، علامہ اسد کو اس کا انچارج بنایا۔ اس شعبہ کو یہ کام تفویض کیا گیا کہ وہ قوانین کو اسلامی سانچے میں ڈھالے گا۔ قائداعظم کی وفات کے بعد علامہ اسد کو پاکستان سے باہر بھیج دیا گیا اور اُن کے شعبہ کو آگ لگا دی گئی جس سے سارا ریکارڈ جل کر خاکستر ہو گیا۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ قائداعظم کی تقاریر اور تحاریر میں کہیں سیکولرازم کا لفظ نہ دکھائی دیتا ہے نہ سنائی دیتا ہے۔ پھر یہ بھی اصرار کرنا کہ قائد پاکستان کو سیکولر ملک بنانا چاہتے تھے ڈھٹائی اور بے شرمی کے سوا کیا ہے۔

جہاں تک قائد کی 11 اگست 1947ء کی تقریر کے اس حصہ کا تعلق ہے جسے سیکولر عناصر دانتوں میں دبائے پھرتے ہیں، اگرچہ اس کی بہت سی تاویلات کی گئی ہیں، لیکن جدید تحقیق نے تو یہ بات مشکوک قرار دے دی ہے کہ قائد کی تقریر میں یہ حصہ شامل تھا بھی یا نہیں۔ پاکستان نے آل انڈیا ریڈیو سے جب یہ تقریر حوالے کرنے کی درخواست کی تو بھارتی حکومت نے جواب دیا کہ وہ اس کے ریکارڈ میں موجود نہیں۔ بعض محققین نے اسے برطانوی لائبریری میں ڈھونڈنے کی کوشش کی، وہاں بھی یہ موجود نہیں پائی گئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ سابق چیف جسٹس منیر جو انتہائی سیکولر ذہن رکھنے والے تھے تقریر کا یہ حصہ خود انہوں نے شامل کیا اور یہی تحریف شدہ تقریر کا متن پنجاب اسمبلی میں موجود ہے۔ واللہ اعلم

آج ہر مخلص پاکستانی کے ذہن میں یہ سوال کلبلا رہا ہے کہ پاکستان کو قائم ہوئے چھیاسٹھ سال ہو چکے ہیں، لیکن گزشتہ کچھ عرصہ سے سیکولر عناصر کی دھماچوکڑی میں کیوں اضافہ ہو گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمسایہ برادر ملک افغانستان میں طالبانِ افغانستان کے ہاتھوں امریکا کی درگت اور اب اس کا وہاں سے ساز وسامان چھوڑ کر فرار پاکستانی سیکولر عناصر کو بے تاب کر رہا ہے۔ کیونکہ افغانستان سے امریکہ کے نکل جانے کے بعد وہاں افغان طالبان کا اقتدار نوشتۂ دیوار ہے۔ لہٰذا انہیں خوف یہ ہے کہ کہیں پاکستان بھی اس سے متاثر ہو کر اسلام کی راہ پر نہ چل نکلے، جو ان کے عیش وعشرت اور رقص وسرود کی محفلوں کا خاتمہ کر سکتا ہے۔ اسی سوچ کی بنا پر یہ لوگ تحریک طالبانِ پاکستان سے مذاکرات کے سخت مخالف ہیں اور فوجی آپریشن کے ذریعے انہیں کچل دینے کے درپے ہیں۔ ہم اہلِ پاکستان کو انتباہ کرتے ہیں کہ پاکستان کا مقدر اسلام سے وابستہ ہے۔ اسلام اور پاکستان کو الگ الگ کرنے کی کوشش کی گئی تو اسلام کا کچھ نہیں بگڑے گا، اسے تا قیامِ قیامت قائم رہنا ہے، البتہ پاکستان کے بارے میں دشمنوں کی یہ پیشین گوئی پوری ہو سکتی ہے کہ مستقبل کے عالمی نقشہ میں اس کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔ لہٰذا پاکستان اور اہلِ پاکستان کی واحد پناہ گاہ اسلام ہے۔ اللہ رب العزت پاکستان کو اس کے دشمنوں سے بچائے اور اسے اپنے معماروں کی خواہش کے مطابق صحیح معنوں میں اسلامی فلاحی ریاست بنائے۔

بیا بہ مجلس اسرار

پاکستان میں اسلامی انقلاب نہ آیا تو......

آج عالمی پیمانے پر امت مسلمہ جس زبوں حالی کا شکار ہے یہ اصل میں عذابِ الٰہی ہے جس میں ہم مبتلا ہو چکے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم زمین پر اللہ تعالیٰ کے دین کے نمائندے بنائے گئے تھے لیکن آج ہم پوری دنیا میں کوئی ایک ماڈل ملک بھی نہیں دکھا سکتے کہ لوگو! آ ؤ دیکھو یہ ہے نظام مصطفی ﷺ، یہ ہیں دین حق کی برکات، لہٰذا ہم اللہ کے عذاب کی گرفت میں ہیں۔ اگر ہم ملک میں صحیح اسلامی نظام نافذ کر لیں تو امریکہ سمیت دنیا کی کوئی طاقت ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ اگر پاکستان میں اسلامی انقلاب نہ آیا تو خدانخواستہ اس کے قائم رہنے کی وجہ جواز ختم ہو جائے گی، کیونکہ یہ تو قائم ہی اسلام کے اصول حریت واخوت ومساوات کا عملی نمونہ دنیا کے سامنے پیش کرنے کے لیے کیا گیا تھا۔ یہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ آج امریکہ اور اس کے تمام اتحادی اس بات پر تلے ہوئے ہیں کہ اسلامی نظام کا کہیں ظہور نہ ہو جائے۔ بقول علامہ اقبال ؎

عصر حاضر کے تقاضاؤں سے ہے لیکن یہ خوف
ہو نہ جائے آشکارا شرع پیغمبر کہیں

آج امریکہ پر یہ خوف طاری ہے کہ دنیا کے کسی کونے میں شرع پیغمبر کا عملی ظہور نہ ہو جائے۔ وہ جانتے ہیں کہ امت مسلمہ میں اسلامی نظام کے قیام کے لیے ایک جذبہ انگڑائیاں لے رہا ہے۔ کمی صرف یہ ہے کہ اس جذبے کو صحیح راہِ عمل نہیں مل رہی۔ محض جذبہ ہی کافی نہیں، اس کے ساتھ لائحہ عمل بھی ہونا چاہئے۔ اس لیے میں عرض کر رہا ہوں کہ اسلام کو نظام زندگی کے طور پر نافذ غالب کرنے کے لیے صحیح لائحہ عمل واضح کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ صحیح لائحہ عمل وہی ہوگا جو سیرت النبی ﷺ سے ماخوذ ہو۔

جہاد: دفاعی یا اقدامی؟

کفار سے دوستی کی ممانعت

سورۃ الممتحنہ کی آیت 1 کا مطالعہ

مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کا 7 مارچ 2014ء کا خطاب جمعہ!

خطبۂ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد!

حضرات! آج ہم اللہ کے نام سے سورۃ الممتحنہ کے مطالعے کا آغاز کر رہے ہیں۔ یہ سورت قرآن حکیم کی آخری منزل کا حصہ ہے۔ خطبۂ جمعہ کا اصل مقصد تذکیر بالقرآن ہے۔ نبی اکرم ﷺ قرآن کے ذریعے سے تذکیر فرمایا کرتے تھے۔ قرآن مجید میں تذکیری پہلو اگرچہ ہر جگہ ہے، تاہم کہیں یہ بہت زیادہ ہے۔ چنانچہ قرآن کی اس آخری منزل میں جس کا آغاز سورۂ ق سے ہوتا ہے، تذکیری پہلو بہت غالب ہے۔ خاص طور پر زیر درس دس مدنی سورتوں کے گروپ میں اس حوالے سے بہت اہم مباحث آئے ہیں۔ یہ سورتیں مدنی دور کے آخری حصے میں نازل ہوئیں، اور ان میں جھنجوڑنے کا انداز ہے۔ یہ سارے اہم مباحث وہ ہیں جن کی آج ہمیں خاص طور پر شدید ضرورت ہے۔ ان دس سورتوں میں سے پانچ سورتوں کا آغاز تسبیح باری تعالیٰ کے ذکر سے ہوا۔ اسی لیے انہیں مسبحات کہا جاتا ہے۔ ان مسبحات میں سے سورۃ الحدید، سورۃ المجادلہ اور سورۃ الحشر کا مطالعہ مکمل ہو چکا ہے۔ آج ہم سورۃ الممتحنہ کے مطالعے کا آغاز کر رہے ہیں۔

اس سورت کا نام مُمْتَحِنَہ ہے۔ اسے یہ نام اس کی آیت نمبر 10 میں آنے والے الفاظ ''وَامْتَحِنُوْهُنَّ'' کے حوالے سے دیا گیا ہے۔ آیت میں کہا گیا ہے کہ جو خواتین مکے سے ہجرت کر کے مدینہ آئیں ان کو کفار کی طرف واپس کرنا تو تمہاری ذمہ داری نہیں، کیونکہ صلح حدیبیہ میں مکہ سے آنے والوں کو واپس کرنے کی شرط کا اطلاق عورتوں پر نہیں ہوتا، لیکن یہ احتیاط ضروری ہے کہ ان کے کفر و ایمان کی تحقیق کیے بغیر انہیں یوں ہی اپنے گھروں میں نہ ڈال لو۔ انہیں ایسے ہی قبول نہ کر لیا کرو، ذرا جانچ پرکھ لیا کرو۔ تحقیق کر لیا کرو کہ فی الواقع ان کی ہجرت اسلام کے لئے ہے یا کوئی اور غرض اُن کی نقل مکانی کا سبب ہے۔ وہ کہیں جاسوس بن کر یا کسی اور جذبے سے تو نہیں آئیں۔ زیر درس مدنی سورتیں مدنی دور کے نصف آخر میں نازل ہوئی ہیں۔ اور اس سورۂ مبارکہ کے مضامین تو خاص طور پر اشارہ کر رہے ہیں کہ یہ سورت صلح حدیبیہ کے بعد اور فتح مکہ سے قبل نازل ہوئی۔ جس واقعہ سے اس سورت کا آغاز ہو رہا ہے وہ فتح مکہ سے متصلاً قبل کا ہے۔

مرتب: ابو اکرام

واقعہ کے بیان سے قبل یہاں ایک اصولی بات بھی سمجھ لیجئے۔ یہاں پہلی آیت میں جو ہدایت دی گئی ہے، مفسرین کا اجماع ہے کہ اگرچہ اس کے شانِ نزول میں ایک اہم واقعہ ہوا تھا، لیکن قرآن مجید ابدی کلام ہے۔ اس کی آیات کا بعض اوقات ایک خاص شانِ نزول بھی ہوتا ہے جس سے ہمیں اس واقعہ کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے اور اس سارے پس منظر کو جان کر اس میں مضمر رہنمائی واضح ہوتی ہے، لیکن یہ ہدایات عام ہیں، قطع نظر اس کے کہ پیچھے کوئی خاص واقعہ ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔ اور یہ قیامت تک کے لیے ابدی ہدایات ہیں، جو ہمیں دے دی گئی ہیں۔

دوسرے اس واقعہ کا پس منظر بھی واضح ہو جائے۔ 6 ہجری میں حدیبیہ کے مقام پر رسول اللہ ﷺ اور قریش کے درمیان معاہدۂ صلح طے پایا۔ اس معاہدۂ میں ایک اہم شق یہ تھی کہ دس سال تک مسلمانوں اور مشرکین مکہ کے درمیان کوئی جنگ نہیں ہوگی۔ اس صلح سے قریش نے آپؐ کو متوازی طاقت تسلیم کر لیا۔ چونکہ مکہ کی حیثیت ام القریٰ کی تھی۔ لہٰذا جب مکہ والوں نے آپؐ سے معاہدہ کر لیا تو اس سے باقی جزیرہ نماعرب پر بھی آپؐ کی حیثیت مسلّم ہوگی۔ صلح حدیبیہ سے فائدہ اُٹھا کر آپؐ نے پورے جزیرہ نماعرب اور آس پاس کے ممالک میں بھرپور دعوتی کام کیا۔ حکمرانوں کو خطوط لکھے اور انہیں قبول اسلام کی دعوت دی۔ اس کے نتیجے میں لوگ جُوق درجُوق اسلام میں داخل ہونے لگے۔ اس صلح کے بعد ابھی دو سال ہی گزرے تھے کہ قریش کی طرف سے معاہدۂ صلح کی ایک شرط کی خلاف ورزی ہوگئی۔ لیکن چونکہ اِن دو سالوں کے اندر اسلام بہت بڑی قوت بن چکا تھا، اور مسلمانوں کا مقابلہ کرنا اب پہلے سے بھی زیادہ مشکل ہو گیا تھا، لہٰذا قریش نے عافیت اِسی میں سمجھی کہ صلح کی تجدید کرنی چاہیے۔ چنانچہ ان کا سردار ابوسفیان حضور ﷺ کی خدمت میں آیا کہ کسی طرح صلح کی تجدید ہو جائے، مگر آپؐ نے اُس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ پھر اس نے حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر فاروق ؓ سے سفارش کرانا چاہی، مگر وہ نہ مانے۔ آخر کار حضرت علی ؓ کے مشورہ پر اُس نے خود ہی مسجد نبویؐ میں یکطرفہ طور پر تجدید صلح کا اعلان کر دیا، اور مکہ چلا آیا۔ واپسی پر لوگوں نے

پوچھا کہ ہاں کیا کر کے آئے۔ابوسفیان نے کہا کہ ابوبکر نے بھی انکار کیا اور عمر نے تو بڑا ہی سخت جواب دیا، البتہ علی نے جو کہا تھا اُس کے مطابق میں مسجد نبویؐ میں معاہدۂ صلح کی تجدید کا اعلان کر آیا ہوں۔قریش نے کہا تو کیا محمد ﷺ نے اسے نافذ قرار دیا؟ ابوسفیان نے کہا نہیں۔اس پر لوگوں نے کہا: ’’تیری تباہی ہو، اُس شخص (علیؓ) نے تیرے ساتھ محض مذاق کیا۔‘‘

آج کے دور میں یہ فتنہ انگیز خیال بہت تیزی سے عام کیا جا رہا ہے کہ دین میں اقدامی جہاد کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔اسلامی جہاد محض دفاعی نوعیت کا جہاد ہے۔آپ کو تلوار اٹھانے کی اجازت تب ہی ہے جب کوئی آپ پر چڑھائی کر کے آجائے، ورنہ جہاد کی کوئی گنجائش نہیں۔ یہ فکر و فلسفہ جب سے ہم پر انگریز کی حکومت قائم ہوئی اور ہم مرعوبیت کا شکار ہوئے، تب سے چلا آتا ہے۔آج کے دور میں انڈیا کی بڑی شخصیت مولانا وحید الدین خان اس خیال کو بہت عام کر رہے ہیں۔وہ اور بھی اسلامی تعلیمات کو مسخ کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔وہ کہتے ہیں کہ جہاد وغیرہ سے کچھ نہیں ہوتا، سب کچھ صلح سے ہوتا ہے۔گویا اُن کے خیال میں حضور ﷺ نے بھی جب معاہدۂ صلح کیا، تب کام بنا۔وہ اپنی اس فکر کے لئے صلح حدیبیہ ہی کو بہت بڑا ثبوت قرار دیتے ہیں۔وہ 1985ء میں والد محترم کی جانب سے منعقدہ ایک اہم سیمینار میں شرکت کے لئے یہاں قرآن اکیڈمی آئے، تب بھی انہوں نے اپنا یہ فلسفہ بڑے شد و مد سے پیش کیا کہ سب کچھ صلح سے ہوتا ہے، جنگ سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔اس پر والد محترمؒ نے ان سے یہ سوال کیا تھا کہ اگر جنگوں سے کچھ نہیں بنا اور صلح سے ہی سارے معاملات ٹھیک ہوئے جیسا کہ آپ کہہ رہے ہیں تو پھر صلح حدیبیہ کے دو سال بعد جب صلح ٹوٹ گئی اور ابوسفیان ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے کہ صلح کی تجدید ہو جائے تب حضور ﷺ نے اس کی تجدید کیوں نہیں فرمائی۔اگر صلح ہی مطلوب ہوتی تو آپؐ کبھی تجدید صلح سے انکار نہ فرماتے۔قریش کا سردار جو مکہ سے چل کر مدینہ آیا تھا، گویا صلح کی بھیک مانگ رہا تھا، آپؐ ضرور آگے بڑھ کر صلح کی تجدید فرما لیتے، لیکن ایسا نہیں ہوا۔آپؐ نے نہ صرف تجدید صلح سے انکار کر دیا بلکہ اسی روز سے فتح مکہ کی تیاری بھی شروع کر دی۔صلح محض کی وکالت کرنے والے یہ لوگ غلط طور پر یہ فیصلہ صادر کرتے ہیں کہ جنگوں سے کچھ نہیں ہوتا، سب کچھ صلح سے ہوتا ہے۔حقیقت میں یہ حد درجہ کی فکری بے اعتدالی ہے۔ لیکن چونکہ صلح و آشتی کا خیال دلربا ہے، اس لیے دنیا اس کو زیادہ قبول کرتی ہے۔ان کوتاہ فہموں کو یہ نظر نہیں آتا کہ کفار صلح پر مجبور کیوں ہوئے ہیں؟ وہ صلح پر آمادہ تب ہوئے جب غزوۂ بدر، غزوۂ احد، غزوۂ احزاب کے بعد اُن پر مسلمانوں کی دھاک بیٹھ گئی۔ جب انہوں نے یہ دیکھ لیا مسلمان ایک قوت ہیں، جن سے صلح کرنی پڑے گی۔یہ مرحلہ جنگ کے بغیر نہیں آیا، بلکہ سخت جنگی معرکوں کے بعد آیا ہے۔عام طور پر لوگ سیرت مطہرہ کے حوالے سے بدر و احد اور احزاب کے معرکوں ہی سے واقف ہیں، جبکہ نبی کریم ﷺ نے بدر و احد کی جنگوں سے بھی پہلے قریش کی ناکہ بندی کے اقدامات شروع کر دیئے تھے۔آپؐ نے غزوۂ بدر سے پہلے آٹھ مہمات بھیجیں، جن میں سے چار ایسی ہیں، جن میں آپؐ بنفس نفیس شریک ہوئے۔انہی مہمات میں سے ایک وہ تھی جو غزوۂ بدر کا سبب بنی۔ان مہمات کا ذکر ہماری دینیات کی کتابوں میں نہیں ہے۔آج کل سیرت پر جو کتابیں لکھی جا رہی ہیں، اُن میں بھی عموماً ان کا ذکر نہیں ہوتا۔ آپؐ نے یہ مہمات بھیج کر گویا قریش کو یہ پیغام دیا ہے کہ اب تمہارے قافلے محفوظ نہیں رہے۔قریش کا معاملہ یہ تھا

پریس ریلیز 28/مارچ 2014ء **حافظ عاکف سعید**

طالبان نے پاکستان میں نفاذ شریعت کے لیے نہیں بلکہ بدترین ریاستی تشدد کے خلاف ردعمل میں اسلحہ اٹھایا تھا

اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کو بحث کے لئے اسمبلی میں پیش نہ کرنا نظریاتی کونسل کی تضحیک کے مترادف ہے

حکومت نفاذ شریعت کے حوالے سے سنجیدگی کا مظاہرہ کرے

حکومت اور تحریک طالبان پاکستان کے مذاکرات خوش آئند ہیں۔ہم ان کا خیر مقدم کرتے ہیں اور ان کی کامیابی کے لیے دعا گو ہیں۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔انہوں نے کہا کہ حقیقت یہ ہے کہ طالبان نے پاکستان میں نفاذ شریعت کے لیے نہیں بلکہ بدترین ریاستی تشدد کے خلاف ردعمل میں اسلحہ اٹھایا تھا۔ان پر ہونے والے مظالم سے عوام بالکل بے خبر ہیں، کیونکہ ان علاقوں میں آزاد میڈیا کو جانے کی قطعی اجازت نہیں۔انہوں نے کہا کہ قبائلیوں پر ظلم وستم کے پہاڑ ہم نے امریکہ کے کہنے پر توڑے کیونکہ ہم دہشت گردی کے خلاف مبینہ جنگ میں امریکہ کے فرنٹ لائن اتحادی بن گئے تھے اور اُس کے احکامات کی تعمیل بے چون وچرا کرتے تھے۔وزیر اطلاعات پرویز رشید کے اس بیان پر کہ اسلامی نظریاتی کونسل کا کام صرف سفارشات بھیجنا ہے اُن کو قانون کی شکل دینا پارلیمنٹ کی صوابدید پر ہے، اُنہوں نے کہا کہ اگرچہ یہ بات آئینی طور پر درست ہے لیکن پارلیمنٹ کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ اُس کی سفارشات کا جائزہ لے اور شریعت کے عین مطابق ہونے کی صورت میں اُنہیں قانون بنا کر ملک میں نافذ کرے۔اُنہوں نے کہا کہ اِن سفارشات کو بحث کے لئے اسمبلی میں پیش ہی نہ کرنا جہاں نظریاتی کونسل کی تضحیک کے مترادف ہے وہاں حکومت کا شریعت کے نفاذ کے حوالے سے رویہ بھی انتہائی افسوس ناک ہے۔اُنہوں نے کہا کہ حکومت شریعت نافذ کرنے کے حوالے سے سنجیدگی کا مظاہرہ کرے۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر اشاعت تنظیم اسلامی)

کہ وہ سارے عرب کے بتوں کے کسٹوڈین تھے۔ لہٰذا کوئی قبیلہ بھی اُن کے قافلوں پر ہاتھ نہیں ڈالتا تھا۔ ورنہ اس زمانے میں قافلوں کو لوٹنا عام تھا۔ حضور ﷺ کی ان مہمات سے قریش کو معلوم ہوگیا اب ہماری لائف لائن خطرے میں ہے۔ یہ ہیں حقائق جن پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ والد محترم بڑی خوبصورتی سے بیان کرتے تھے کہ ان مہمات کے ذریعے گویا سانپ کو بل سے نکالا گیا۔ اس کے بعد غزوات ہوئے، اور بالآخر مکہ فتح ہوا اور خانہ خدا 360 بتوں سے پاک ہوا۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ یہ اقدامی جہاد و قتال نہ تھا تو اور کیا تھا۔ اور یہ جہاد صرف اس وقت کے لئے نہ تھا بلکہ ہمیشہ کے لیے ہے۔ قرآن کہتا ہے: ﴿وَقٰتِلُوْھُمْ حَتّٰی لَا تَکُوْنَ فِتْنَةٌ﴾ (البقرة:193) ’’اور ان سے اس وقت تک لڑتے رہنا یہاں تک کہ فتنہ نابود ہو جائے۔‘‘ ’’فتنہ‘‘ اللہ کی زمین پر باطل قوتوں کا قبضہ ہے۔ آپؐ نے مکہ فتح کر کے جزیرہ نما عرب کی حد تک دین کو غالب فرما دیا اور یہ فتنہ ختم ہوگیا۔ لیکن یہ تو آغاز تھا۔ اس لیے کہ صرف مکہ کی سرزمین اللہ کی زمین نہیں ہے، کل زمین اللہ کی ہے، اور حضور ﷺ کی رسالت بھی صرف عربوں کے لیے نہیں ہے، پوری دنیا کے لیے ہے۔ لہٰذا جب تک کل روئے ارضی سے وہ فتنہ ختم نہ ہو جائے، باطل اور طاغوتی قوتوں کا تسلط ختم اور اللہ کا دین قائم و نافذ نہ ہو جائے، اس وقت تک جنگ و قتال جاری رہے گا۔ ہمیں جہاد و قتال کا حقیقی تصور عام کرنا چاہیے اور اس حوالے سے معذرت خواہانہ انداز اپنانے سے گریز کرنا چاہیے۔ یہ زمین اللہ کی ہے۔ وہی اس کا خالق و مالک ہے۔ کسی کو یہ حق نہیں کہ لوگوں پر اپنا نظام مسلط کرے۔ وہ لوگ جو رب کی دھرتی پر اللہ کے باغی شیطان کا نظام قائم کرتے ہیں، غاصب ہیں۔ حاکمیت فقط اللہ کا حق ہے۔ ﴿اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ﴾ (یوسف:40) غاصبوں کے اقتدار کا قلع قمع اور رب کی دھرتی پر رب کے نظام کا قیام ناگزیر ہے۔ اسی نظام کے ذریعے اللہ کی رحمت انسانوں کو عطا ہو سکے گی۔ باطل نظام رحمت الٰہی کے لوگوں تک پہنچنے میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ یہ نظام خواہ امریکہ کا ہو یا عرب و عجم کا، مسلمانوں کا فرض منصبی ہے کہ وہ اس کے خاتمہ اور دین حق کے قیام کے لیے جہاد کریں۔ آپؐ نے غلبۂ دین کے لیے جہاد و قتال کیا۔ آپؐ سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی قتال کا حکم ہوا، مگر اُن کی زندگی میں اُن کی قوم نہ مانی۔ البتہ بعد میں ان کے پہلے خلیفہ یوشع بن نون نے جہاد و قتال کیا اور اللہ کا دین قائم کیا۔ قرآن کہتا ہے کہ اور بھی بہت سے نبیوں اور اُن کے ساتھیوں نے اللہ کے کلمہ کی سربلندی کے لیے جہاد کیا۔ حضورؐ رحمۃ للعالمین ہیں۔ آپؐ کی رحمۃ للعالمینی کا بہت بڑا مظہر یہ دین حق ہے۔ مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ دین کو قائم کر کے آپؐ کی رحمۃ للعالمینی کے نور سے چہار دانگ عالم کو منور کریں۔ افسوس کہ آج مسلمان اپنے ملکوں میں بھی اس رحمت کو عام کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ ہم اہل پاکستان نے یہ ملک اسلام کے نام پر حاصل کیا تھا، مگر 66 سال گزرنے کے باوجود یہ نظام یہاں قائم نہ کیا۔ گویا ہم زبان حال سے یہ کہہ رہے ہیں کہ ہمیں دین رحمت نہیں چاہئے، اس کی بجائے ہمیں انگریز کا نظام پسند ہے، وہی ہمیں ترقی و کمال پر لے جائے گا۔ افسوس کہ ہماری ذہنیت اس قدر مسخ ہو گئی ہے۔

اس تفصیلی پس منظر کے بعد اب آیئے، آیات کا مطالعہ کریں، فرمایا:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّکُمْ اَوْلِیَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَیْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ کَفَرُوْا بِمَا جَآءَکُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ یُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِیَّاکُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّکُمْ ؕ اِنْ کُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِیْ سَبِیْلِیْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِیْ تُسِرُّوْنَ اِلَیْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ۖ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَاۤ اَخْفَیْتُمْ وَمَاۤ اَعْلَنْتُمْ ؕ وَمَنْ یَّفْعَلْهُ مِنْکُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیْلِ ①﴾ (الممتحنه)

’’مومنو! اگر تم میری راہ میں لڑنے اور میری خوشنودی طلب کرنے کے لئے (مکے سے) نکلے ہو تو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔ تم تو ان کو دوستی کے پیغام بھیجتے ہو اور وہ (دین) حق سے جو تمہارے پاس آیا ہے منکر ہیں اور اس باعث سے کہ تم اپنے پروردگار اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہو، پیغمبرؐ کو اور تم کو جلاوطن کرتے ہیں۔ تم ان کی طرف پوشیدہ دوستی کے پیغام بھیجتے ہو اور جو کچھ تم مخفی طور پر اور جو علی الاعلان کرتے ہو وہ مجھے معلوم ہے اور جو کوئی تم میں ایسا کرے گا وہ سیدھے رستے سے بھٹک گیا۔‘‘

حضور ﷺ نے فتح مکہ کے لیے خفیہ طور پر تیاری شروع کی تو اس دوران ایک واقعہ ہوا، جس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ ہوا یہ کہ ایک صحابی حاطب بن ابی بلتعہ نے ایک خاتون کے ذریعے ایک خط قریش کے نام روانہ کر دیا، کہ حضور ﷺ مکہ پر حملہ کرنے والے ہیں۔ اگرچہ ان کے الفاظ ایمان کے خلاف نہیں تھے۔ لیکن بہرحال ایک اصولی بات یہ تھی کہ حضور ﷺ نے ایک بات کو خفیہ رکھا ہوا ہے اور کوئی مسلمان اس اصولی فیصلہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اُس کو ظاہر کر رہا تھا۔ وہ عورت خط لے کر روانہ ہوگئی اور اللہ نے حضور ﷺ کو بذریعہ وحی بتا دیا کہ عورت خط لے کر مکہ جا رہی ہے اور آپؐ کی روانگی کی خبر وہاں تک پہنچ رہی ہے۔ اس پر آنحضورؐ نے حضرت علی، حضرت مقداد اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم کو فرمایا کہ جاؤ روضۂ خاخ پر ایک عورت ہوگی جو مکہ جا رہی ہو گی۔ اُس کے پاس ایک خط ہے، وہ لے آؤ۔ یہ عورت تک پہنچے تو اُس سے پوچھا کہ تمہارے پاس خط ہے؟ اس نے صاف انکار کر دیا۔ اس نے خط اپنے بالوں کی چوٹی میں چھپا رکھا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہمیں اللہ کے رسولؐ نے بتایا ہے اور وحی کی بنیاد پر بتایا ہے، آپؐ کی بات غلط نہیں ہوسکتی۔ خط دے دو، ورنہ ہم تمہارے کپڑے اتار کر تلاشی لیں گے۔ عورت خوفزدہ ہوگئی اور خط نکال کر دے دیا۔ ایک روایت کے مطابق حاطب بن ابی بلتعہ نے یہ لکھا تھا کہ ’’اے جماعت قریش! رسول اللہ ﷺ ایک سیل رواں کی طرح بڑھتا ہوا لشکر لے کر آ رہے ہیں اور اگر بخدا وہ تنہا بھی تمہارے پاس آ جائیں تو اللہ ان کی مدد کرے گا اور ان سے اپنا وعدہ پورا کرے گا۔‘‘ حضور ﷺ نے حاطب بن ابی بلتعہ سے پوچھا کہ یہ تم نے کیا کیا۔ انہوں نے اپنی غلطی کا برملا اعتراف کر لیا۔ اور عرض کی کہ میں نے یہ کام کفر و ارتداد کی بنا پر نہیں کیا، بلکہ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ دیگر مہاجرین کے رشتے دار مکے میں موجود ہیں، جو اُن کے بال بچوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ میرا وہاں کوئی رشتہ دار نہیں ہے۔ تو میں نے سوچا کہ میں اہل مکہ کو کچھ اطلاع کر دوں، تاکہ وہ میرے احسان مند رہیں اور میرے بچوں کی حفاظت کریں۔ اس موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے غصہ میں آ کر کہا کہ اے اللہ کے رسولؐ! مجھے حکم دیں میں اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ لیکن حضور ﷺ نے فرمایا کہ نہیں یہ بدری صحابی ہیں۔ کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے تمام گناہ معاف کر دیئے ہوں۔ آپؐ نے حضرت حاطبؓ کی سچائی کی وجہ سے انہیں کچھ نہیں کہا، کیونکہ انہوں نے اقرار اور ندامت کا اظہار کر دیا تھا۔ تاہم اللہ تعالیٰ نے تنبیہ کے طور پر یہ آیات نازل فرما دیں، تاکہ آئندہ کوئی مومن کسی کافر کے ساتھ اس طرح کا تعلق مودت قائم نہ کرے۔ اس پر تفصیلی گفتگو ان شاء اللہ آئندہ جمعہ ہوگی۔

☆☆☆

یومِ بازیابیٔ پاکستان

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

ملائیشیا، برادر ملک کے طیارے کی گمشدگی کے معمہ سے لگے ہاتھوں طالبان کی پٹائی کا کام لیا جاسکتا تھا سو لیا گیا۔ دنیا بھر کی کھسیانی بلیوں کو خراسان میں شکست کا بدلہ چکانے کو موقع ہاتھ آ گیا سو طالبان کا کھمبا نوچا جانے لگا۔ مذاکرات پر بے چین ہو ہو کر پہلو بدلنے والے امریکہ برطانیہ کے اندھوں کو اندھیرے میں بہت دور کی سوجھی۔ برطانوی ڈیلی مرر نے 17 مارچ کو سرخی جمائی کہ ''گمشدہ ملائیشیا کا طیارہ طالبان کے زیر کنٹرول علاقے میں اڑا کر لے جایا گیا، بعدازاں استعمال کے لیے''۔ بوئنگ 777 جیٹ نہ ہوا کاغذ کا جہاز ہو گیا جو شمالی وزیرستان (جہاں ہیلی کاپٹر لینڈ کر جانا بھی غنیمت ہے!) کے ٹانگہ اسٹینڈ پر جا اترا! یاد رہے کہ مذاکرات کی بات شروع ہوتے ہی پہلے سے جاری 24 گھنٹے ڈرون پروازوں میں کئی گنا اضافہ ہو چکا ہے۔ 239 افراد کو لیے یہ شمالی وزیرستان میں مہمان بنا بیٹھا ہے؟ 26 ممالک کی ٹیمیں طیارہ سرچ آپریشن میں حصہ ڈال چکیں۔ سمندر چھان مارے۔ سیٹلائیٹوں سے پوچھ پوچھ تھک گئے۔ ساری سائنس ٹیکنالوجی فوت ہو گئی۔ ڈیلی مرر اور بعدازاں نیو یارک ٹائمز اور ایکسپریس (برطانیہ) کی کہانیوں، اور ریٹائرڈ (ایئر فورس کے) امریکی جنرل نے شمالی وزیرستان میں طیارہ تلاش کرنے کی خبر چھوڑی ہے۔ افغانستان میں طالبان پہلے ہی امریکہ، نیٹو اور دنیا بھر کی بری فضائی افواج اور عسکری مشینری کو ناکوں چنے چبوا چکے ہیں۔ بس اب تو ہار مان کر گلوبل ولیج کے چودھری، طالبان کے ہاتھ پر بیعت کر ہی لیں تو بہتر ہے! افسانہ ساز میڈیا ہر کہانی میں رنگ بھر لیتا ہے۔ یہ بھی عجب نہ ہوگا کہ سراغ لگے کہ ٹائی ٹینک کے ڈوبنے میں بھی طالبان کا ہاتھ تھا (اس زمانے میں بھی مدارس و طالبان موجود تھے) اور پرل ہاربر پر حملہ بھی انہی نے کیا تھا! یوں بھی طیارہ 'لاپتہ' ہوا ہے۔ ماہرین لاپتگی و جبری گمشدگی کی مہارت بھی بلا کی ہے۔ 35 ساعتوں میں 35 افراد کا معمہ حل نہ ہوا۔ نظام عدل سر پٹخ چکا۔ گمشدہ افراد بھی ملائیشیا کا طیارہ ہو گئے یا بالفاظ دیگر طیارہ بھی جبری گمشدگان میں شامل ہو گیا۔

ابھی یہ طیارہ کہانی جاری و ساری تھی کہ امریکی اخبار کو ایک اور انوکھا دورہ پڑ گیا۔ ''اسامہ کی حفاظت کے لیے ISI نے ڈیسک بنا رکھا تھا''۔ یہ کہانی بھی اتنی ہی مضحکہ خیز ہے جتنی طیارے والی! امریکی مالیخولیا (Hallucinations) کا شکار ہو گئے ہیں۔ کبھی طالبان سوتے جاگتے میں ہر سو دکھائی دیتے ہیں۔ کبھی اسامہ کا بھوت سوار ہو جاتا ہے۔ طیارہ کہانی کے تحت پاکستان اور طالبان پر الزامات کے تیروں کا سلسلہ ابھی چلنا تھا، مگر بحر ہند میں کہیں جہاز کی غرقابی کی اطلاع سے مجبوراً یہ سلسلہ روکنا پڑ گیا۔ امریکا کا کرب بے سبب نہیں۔ ڈوبتی معیشت، افغانستان سے انخلاء، آنکھیں دکھاتا کرزئی، یوکرین میں کرچی کرچی خواب، روسیوں کے فوجی بوٹوں کی دھمک، گھر میں پے در پے آتے بے موسم کے طوفان (اسے بھی 'مسلم طوفان' کا نام دیا ہے) کمر بستہ قطر، ثابت قدم طیب اردوان۔۔۔ اک میری جندڑی تے دکھڑے ہزار! اس طرح تو ہوتا ہے اس طرح کے کاموں میں! خصوصاً امریکہ کی چاکری پر مامور پاشا اور اسامہ کی حفاظت؟ چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک۔ پاشا کے دور میں اسرائیل کو خطرات سے آگاہ کرنے، بچانے بارے کہانیاں بین الاقوامی میڈیا پر موجود ہیں۔ پرویز دور میں بھی یہ تعلق ڈھکا چھپا نہیں۔ عالمی ایجنڈوں کی کون سی خدمت ہے جو ان کم نصیب 13 سالوں میں ہم بجا نہ لائے۔ مسلم افغانستان سے جو برادر کشی کی پالیسی ہم نے اپنائی، مملکت خداداد پاکستان کی پوری شناخت، ساخت بدل ڈالی، کشمیر پس پشت ڈالا۔ امت کے گل سرسبد ڈالروں کے عوض بیچے۔ مشرقی سرحد تقریباً خالی کر کے ساری فوج امریکی جنگ میں جھونک ڈالی۔ اپنے ہی جسد ملکی پر آپریشنوں کے چرکوں پر چرکے لگائے۔ محب وطن قبائل کو در بدری کی خاک چھاننے پر مجبور کیا۔ اس جنگ میں امریکی سلامتی کو یقینی بناتے آج بے چارہ کمانڈو ہلکان ہوا پڑا ہے۔ ایسے میں نیو یارک ٹائمز کی رپورٹ نے زخموں پر نمک چھڑکا ہے کہ بڑے بڑے طالبان کی (امریکی ایماء پر) چٹنی بنانے والے ہونق ہوئے اب امریکہ کو حیرت سے منہ پھاڑے دیکھ رہے ہیں۔ لو وہ بھی کہہ رہے ہیں کہ بے ننگ و نام ہے! اپنا گھر لٹا کر آج یہ بھی سننے کو ملنا تھا! حالانکہ سب جانتے ہیں یہ مہا جھوٹ ہے۔ سروں کی قیمت وصول کرنے والے حفاظت نہیں کیا کرتے۔ امریکہ ان کی مجبوری سے کھیل رہا ہے۔ ملی بھگت آپریشن قبول کریں تو مشکل، انکار کریں تو مشکل۔ تاہم الرٹ رہنے کی ضرورت ہے۔ امریکی میڈیا۔۔۔ امریکی پالیسیوں کا ہراول دستہ ہوا کرتا ہے۔ یہ جو بدلے بدلے میرے سرکار نظر آتے ہیں، اللہ خیر کرے، ان جھوٹ کے پلندوں کے پیچھے آپ کے (عراق سٹائل) WMD کا مسئلہ تو اٹھانے کا ارادہ نہیں ہے۔۔۔؟ آخر ہمارا ایٹمی پروگرام ان کے دل میں کانٹے کی طرح کھٹکتا تو ہے۔ یہ سارے میلے سجے تو ہمارا ایٹمی کمبل چرانے ہی کو تھے۔ ذرا چوکس رہیے۔ یوں بھی ؏ ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسماں کیوں ہو۔۔۔ لکھا ہی امریکہ کے لیے گیا تھا گویا!

اس دوران قومی سلامتی پالیسی کا سارا نزلہ مدارس پر آن گرا۔ غیر ملکی طلبہ کی مدارس سے گرفتاری کا کیا جواز ہے؟ کیا قرآن و سنت کی تعلیم برادر مسلم ممالک کے بچوں کو دینا آئین کی رو سے جرم ہے؟ اگر غیر ملکی دنیاوی تعلیمی اداروں میں پڑھ سکتے ہیں تو مدارس میں کیوں نہیں؟ یہ قومی سلامتی پالیسی نہیں، اسی ہرجائی امریکہ کی سلامتی پالیسی ہے۔ 13 سالوں میں اٹھائے جانے والا ہر قدم امریکی سلامتی سے منتج رہا۔ امریکہ کے فرمائشی پروگرام چلے ہیں۔ عافیہ اور اس کے بچے پاکستان کو کیا دکھ دے رہے تھے جو اٹھا کر امریکہ برد کر دیے تھے؟ آپریشنز، حراستی مراکز، لاپتگان، امریکی ٹرینرز اور نیٹو اسلحے سے تیار کردہ ٹارگٹ کلرز جن کے نشانے پر جید علماء رہے، یہ سب امریکی سلامتی پروگرام چلا ہے۔ مصر کے نقش قدم پر پاکستان کو چلایا جا رہا ہے۔ وہاں اب مساجد پر کریک ڈاؤن ہے۔ جامعۃ الازہر زد میں ہے۔ یہ دجالی ایجنڈے مسلم دنیا میں مسلط کیے جا رہے ہیں۔ 23 مارچ آپ کو گزری تاریخ یاد دلاتا ہے۔ پاکستان ایک منفرد تاریخ کا حامل ہے، جسے کھرچ کھرچ کر نصابوں، تعلیم و تربیت سے مٹانے میں 13 سال دن رات ایک کیے گئے۔ پاکستان کی شناخت مٹھی بھر امریکی ٹاؤٹوں، سیکولر فاشسٹوں کی بھینٹ نہیں چڑھائی جا سکتی۔ میڈیا پر

اسلام دشمن بولیاں 50 ملین ڈالر کی مرہون منت ہیں، جو امریکہ نے ان کے لیے مختص کر رکھا ہے۔ میڈیا کی آزادی مجرے دکھانے، لباس کے نام پر برہنگی اور چیتھڑا پوشوں کے رقص و سرود کی آزادی بن کر رہ گئی ہے۔ دو قومی نظریے کا مدفن بن چکا ہے ''آزاد میڈیا''۔ پالیسی درست کیجیے اول تا آخر۔ طالبان کے ساتھ مذاکرات میں دھوکے کی اب گنجائش نہیں۔ پہلے دھوکا دے کر مولانا محمود اور حاجی مسلم خان کو مذاکرات جھانسے میں گرفتار کیا۔ ملا عبدالسلام ضعیف کی کہانی شرمناک دھبہ ہے۔ 'کوئی بچہ یا خاتون قید نہیں'۔ اتنی ہی بڑی سچائی ہے جتنی پرویز مشرف کی بیماری کی داستان یا لاپتہ افراد پر سپریم کورٹ سے کھیلے جانے والی آنکھ مچولی --- یا یہ دعویٰ کہ لال مسجد میں خواتین ماری نہیں گئیں۔ سیکولر اخلاقیات، دہشت گردی کی جنگ کی اخلاقیات کا مرکز و محور جھوٹ ہے۔ عراق پر جھوٹ ہو یا سوات آپریشن کے لیے ویڈیو سوات کا جھوٹ۔ مناسب یہی تھا کہ 23 مارچ کو یوم بازیابیٔ پاکستان منالیا ہوتا!

گلیوں گلیوں بھٹک رہا تھا ایک سنہرا خواب جسے
میرے بڑوں نے اپنی لاکھوں نیندیں بیچ کے پالا تھا

☆☆☆

بقیہ: تذکرۂ بانی تنظیم اسلامی

ہم ان کے احسانات کا بدلہ نہیں اتار سکتے تو کم از کم ان کی ان تعلیمات اور سعی و جہد کا مذاق نہ اُڑائیں۔ ایسا نہ ہو کہ ان کے نام سے دنیا میں فائدے اور عزت بھی حاصل کرنے کی کوشش کریں تاکہ ہم نیک کہلائے جائیں، لیکن کردار و عمل ان کی تعلیمات کے برعکس ہو۔ انہوں نے معاش کی فکر میں زندگی کے قیمتی لمحات صرف نہیں کیے۔ ہم کہیں صرف معاشی جدوجہد میں ہی اپنے شب و روز ضائع نہ کر دیں۔ ((حَاسِبُوْا اَنْفُسَکُمْ قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا)) (ترمذی) کے مصداق والد صاحب کی صلبی اور معنوی اولاد اور آگے ان کی اولادوں کو بہت سختی سے اپنا محاسبہ کرتے رہنا چاہیے، کہ ہمارا رخ کس طرف ہے؟ دنیا کی طرف یا آخرت کی طرف۔ ہماری ترجیحات میں اوّلین ترجیح آخرت ہے یا پھر دنیا ہی مطلوب و مقصود ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں والد گرامی کے لیے صدقہ جاریہ بنائے اور انہیں اور ہم سب کو پیارے نبی ﷺ کی رفاقت اور معیت عطا کرے۔ والدہ صاحبہ کو بھی جو ہمارے لیے الحمد للہ آج بھی مشعل راہ ہیں مرحوم والد صاحب کی معیت اور دین پر استقامت عطا کرے۔

جذبۂ اخوت کو بیدار کیجیے

محبوب الحق عاجز
mehboobtnoli@gmial.com

نائن الیون کے بعد ہمیں بحیثیت ملت اسلامیہ پاکستان جس ناروا عالمی جنگ میں جھونکا گیا، اُس کا ایک نہایت افسوسناک پہلو یہ ہے کہ اس کے ذریعے ہماری قلب ماہیت کی سعیٔ مذموم کی گئی۔ ایک طرف ''سب سے پہلے پاکستان'' کے نعرہ کے تحت تصور ملی پر کاری ضرب لگائی گئی، دوسری جانب خود اس مملکت کے اندر باہمی اخوت اور بھائی چارہ کے مضبوط رشتے کو کمزور کر کے ایک سازش کے تحت فوج اور طالبان کو مدمقابل لا کھڑا کیا گیا، اور پاکستان کی حد تک وہ بات ہو کر رہی، جو امریکی صدر بش نے نام نہاد دہشت گردی کے حوالے سے کہی تھی کہ ہم اسلام کے خلاف نہیں، اسلام کے اندر جنگ (war within Islam) چاہتے ہیں۔ چنانچہ ریاستی طاقت اور جہادی قوت تصادم کے راستے پر چل پڑیں، مسلمان ہی مسلمان کا خون بہاتے رہے، اور پاک دھرتی بے گناہوں کے خون سے رنگین ہوگئی۔

یہ بات خوش آئند ہے کہ موجودہ حکومت نے ایک عشرے سے زائد عرصے پر محیط اس احمقانہ پالیسی کو ترک کر کے مذاکرات اور ڈائیلاگ کا دانشمند راستہ اپنایا ہے، اور ایک منہ زور اقلیت کے سوا پوری قوم اس فیصلے کی بھرپور تائید کر رہی ہے۔ البتہ گزشتہ تیرہ برس کے دوران فکروں میں جو انقلاب آیا ہے، اُس کے زیر اثر مذاکراتی عمل کی تائید و حمایت میں سارا زور اس نکتہ پر ہے کہ ''فوجی آپریشن سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اس سے بدامنی اور دہشت گردی کے خاتمہ کی بجائے اس میں اضافہ ہو گا۔ لہٰذا آپریشن سے گریز کیا جائے۔'' آپ ڈائیلاگ کے حامی اخباری کالم نگاروں کے کالم، ٹی وی تجزیہ کاروں کے تجزیے اور دینی و سیاسی رہنماؤں کے آئے روز کے بیانات دیکھ لیں، آپ کو فوجی آپریشن کی مخالفت میں یہی استدلال دکھائی دے گا۔ طاقت کے استعمال سے قیام امن کا محض 40 فی صد امکان ہے، 15 فی صد یا 10 فی صد امکان ہے، جیسی باتیں بھی ہمارے ہاں اسی زاویہ نگاہ سے کہی جاتی رہی ہیں۔

یہ استدلال اس اعتبار سے بڑا وقیع ہے کہ یہ زمینی حقائق کی بنیاد پر ہے اور اس کے ذریعے ملک و ملت کے بہی خواہ حلقے ریاست کو اپنے ہی شہریوں کے خلاف طاقت کے اندھا دھند استعمال اور کشت و خون سے روک کر اُس کی تقویت کا سامان کر رہے ہیں۔ تاہم یہ خالصتاً عقلی اور مادی نقطہ نظر ہے، جو دینی رشتے اور ایمانی حقائق سے کچھ مناسبت نہیں رکھتا۔ اس استدلال کا تجزیہ کیا جائے تو بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ فوجی آپریشن سے قیام امن میں مدد نہیں مل سکتی، لہٰذا یہ خطرناک راستہ اختیار نہ کیا جائے۔ ہاں اگر اس سے امن قائم ہو سکتا تو طاقت کے استعمال میں کوئی مضائقہ نہ تھا۔ اس کی بجائے ہمیں دینی اخوت اور بھائی چارہ کے تحت کشت و خون کی مخالفت اور مذاکرات کی دوٹوک حمایت کرنی چاہیے۔ اور ملفوف انداز اپنانے کی بجائے واضح انداز میں یہ بات کہنی چاہیے کہ فوجی آپریشن سے بے گناہوں کے خون کی ندیاں بہہ جائیں گی۔ فضائی بمباری اور گولہ باری سے مخصوص لوگ نشان نہیں بنتے بلکہ عام لوگ، خواتین، بوڑھوں اور بچوں کے جسم بھی چیتھڑے ہو کر اڑ جاتے ہیں۔ بستیاں ویران اور گھر ملیامیٹ ہو جاتے ہیں۔ ہم جس دستور انسانیت اور جس کتاب زندہ کے حامل بنائے گئے ہیں، وہ انسانی جان کی حرمت پر زور دیتی اور ایک بے گناہ انسان کے قتل کو پوری انسانیت کا قتل قرار دیتی ہے۔ سورۃ المائدہ آیت 32 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''جو شخص کسی کو بغیر اس کے کہ وہ کسی کا قاتل ہو یا زمین میں فساد مچانے والا ہو، قتل کر ڈالے تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کر دیا اور جو شخص کسی ایک کی جان بچالے، اس نے گویا تمام لوگوں کو زندہ کر دیا۔'' بنی اسرائیل میں کشت و خون اور قتل و غارت گری بڑی عام تھی، بالخصوص انہوں نے بہت سے انبیاء کا قتل کیا تھا، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے قتل ناحق اور

انسانی جان کی قدر و قیمت واضح کرنے کے لیے بنی اسرائیل پر یہ حکم نازل فرمایا۔ اس لیے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ کے ہاں انسانی خون کی کتنی اہمیت اور تکریم ہے اور یہ اصول صرف بنی اسرائیل ہی کے لیے نہیں تھا، اسلام کی تعلیمات کے مطابق یہ اصول ہمیشہ کے لیے ہے۔

حضرت حسن بصریؒ سے پوچھا گیا کہ یہ آیت ہمارے لیے بھی ہے جس طرح بنی اسرائیل کے لیے تھی؟ انہوں نے فرمایا: ''ہاں! قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں، بنی اسرائیل کے خون، اللہ کے ہاں ہمارے خونوں سے زیادہ قابل احترام نہیں تھے۔ اسلام ایک مومن کی جان کو تو کعبۃ اللہ سے بھی زیادہ محترم قرار دیتا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے ایک بار طواف کے دوران کعبۃ اللہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ ''کتنا پاکیزہ ہے تو اور کیسی خوشگوار ہے تیری فضا، کتنا عظیم ہے تو اور کتنا محترم ہے تیرا مقام مگر اس خدا کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمدؐ کی جان ہے ایک مسلمان کی جان اور مال کا احترام، اللہ عزوجل کے نزدیک تیری حرمت سے زیادہ ہے۔'' (ابن ماجہ)

ہم مسلمان رنگ، نسل، زبان اور جغرافیائی امتیازات سے ماوراء ایک عالمگیر برادری کا حصہ ہیں جس کے افراد آپس میں اخوت کے رشتے میں پروئے ہوئے ہیں۔ قرآن کہتا ہے کہ مومن آپس میں بھائی ہیں۔ مگر ہمارا حال برادران یوسف کا سا ہے کہ نہ تو ہمیں رشتہ اخوت کا پاس ہے اور نہ اپنے بھائیوں کے خون کی حرمت ہی کی کوئی پروا۔ اس وقت ہمیں جذبہ اخوت کو زندہ و بیدار کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

پاک فوج اور طالبان دونوں مسلمان ہیں اور ایک ہی ملت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا حصہ ہیں۔ دونوں آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اگر ایک آمر کی غلط پالیسیوں سے دونوں میں فاصلے پیدا ہو گئے تو ان فاصلوں کو ختم کیا جانا چاہیے نہ کہ جنگ و جدل اور طاقت کے استعمال کی وکالت کر کے انہیں بڑھایا جائے۔ قرآن حکیم سورۃ الحجرات کی آیت 9 میں مسلمانوں کی لڑ پڑنے والی دو جماعتوں کے درمیان مفاہمت اور مصالحت کرانے کا حکم دیتا ہے۔ اگلی آیت میں ایک مرتبہ پھر مسلمانوں کو اُن کا باہمی رشتہ اخوت یاد دلا کر فرماتا ہے کہ اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کرا دیا کرو، اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ اس سے امید ہے کہ اللہ کی رحمت تمہارے شامل حال ہوگی۔ لہٰذا اگر ہم فی الواقع رحمت الٰہی کے طلبگار ہیں تو ہمیں باہم دشمنی کی بجائے رشتہ اخوت کو مضبوط بنانا اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرنا ہوگا۔ کافروں پر سخت اور آپس میں رحیم و شفیق بننا ہوگا۔

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن!

ہمارے نبی مکرم ﷺ نے مسلمانوں کو باہمی اخوت و مودت اور وحدت و یکجائی کے ملی رشتہ کو مختلف طریقوں اور تمثیلوں سے واضح فرمایا ہے۔ اس ضمن میں آپؐ کے کئی عظیم الشان اقوال و فرامین کتب احادیث میں آئے ہیں۔ ان میں سے کچھ یہاں اصلاح احوال کے لئے پیش خدمت ہیں۔ یہ ایک آئینہ ہے جس میں ہمیں اپنا چہرہ دیکھنے اور اپنے فکر و نظر اور رویوں کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے، تاکہ واضح ہو کہ ہم کہاں کھڑے ہیں، اور ہمیں کہاں کھڑا ہونا چاہیے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مومن مومن کا بھائی ہے اور مسلمان تن واحد اور روح واحد کی طرح ہیں۔ مومن کی پہچان یہ ہے کہ اگر دوسرا مسلمان بھوکا ہو تو وہ کھانا نہ کھائے۔ (اصول کافی) .... ''تم ایسا پاؤ گے ایمان والوں کو آپس میں رحم کرتے، محبت کرتے، ایک دوسرے کی تکلیف کا احساس کرتے جیسے ایک جسم کا کوئی حصہ بھی تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے تو وہ اپنے سارے جسم میں تکلیف محسوس کرتا ہے۔'' (بخاری، مسلم، ترمذی) —— ''مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے، وہ اس پر ظلم نہیں کرتا، اس کی مدد نہیں چھوڑتا اور نہ ہی اس کو حقیر جانتا ہے۔ مسلمان کے لیے مسلمان کی ہر چیز حرام ہے۔ اس کا خون بھی، اس کا مال بھی اور اس کی آبرو بھی (مسلم) —— ''مومن، مومن کے لیے مثل مکان ہے کہ اس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو مضبوط رکھتا ہے۔'' (تمثیل دیتے ہوئے) آپؐ نے اپنے ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالا۔ (بخاری و مسلم) —— ''مسلمان مسلمان کا آئینہ ہے۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ وہ اس سے ایسی چیز دور کرتا ہے جس میں اس کی ہلاکت ہے اور اس کی غائبانہ حفاظت کرتا ہے۔'' (ترمذی و ابوداؤد) —— مومن، الفت کا محل ہے اور اس شخص میں کوئی خوبی نہیں جو الفت نہیں کرتا اور اس سے الفت نہیں کی جاتی۔'' (بیہقی) —''اللہ کے نزدیک ساری دنیا کا ختم ہو جانا، ایک مسلمان کے قتل ہو جانے کے مقابلے میں بے معنی اور بے حقیقت ہے۔'' (ترمذی و نسائی) —— ''جب تک کوئی مسلمان خون حرام کا مرتکب نہیں ہوتا اس وقت تک دین کی وسعت و کشادگی میں رہتا ہے (یعنی اللہ عزوجل کی رحمت کا اُمیدوار رہتا ہے)۔'' (بخاری) —— ''مسلمان بندہ ہمیشہ نیکی کی طرف تیزی سے جاتا رہتا ہے جب تک قتل ناحق کا مرتکب نہیں ہوتا اور جب وہ خون حرام کا ارتکاب کر لیتا ہے تو تھک جاتا ہے (یعنی نیکی کی طرف نہیں بڑھتا)۔ (ابوداؤد) —— ''جو شخص مومن کے قتل میں مدد کرے تو اللہ عزوجل سے اس حال میں ملے گا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہوگا کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہے۔'' (ابنِ ماجہ) — آپؐ کے یہ دو فرامین تو خاص طور پر توجہ طلب ہیں۔ نبی رحمت ﷺ نے فرمایا کہ میں تم کو ایسے عمل کی خبر نہ دوں جو روزے، زکوٰۃ اور نماز سے افضل ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کی کیوں نہیں؟ فرمایا ''دو آدمیوں کے درمیان صلح کروانا۔ جبکہ دو آدمیوں کے درمیان فساد ڈالنا وہ فعل ہے جس سے آدمی کی تمام نیکیوں پر پانی پھر جاتا ہے۔'' (ترمذی، ابوداؤد) —— ''آپس میں قطع تعلق نہ کرو اور ایک دوسرے سے بے رخی نہ کرو اور آپس میں بغض نہ رکھو اور حسد نہ رکھو اور اے اللہ عزوجل کے بندو! سب بھائی بن کر رہو۔'' (بخاری)

☆☆☆

دُعائے مغفرت کی اپیل

- ملتزم رفیق شعیب محمد میو (آفس سیکریٹری حلقہ حیدرآباد) کی نانی رضائے الٰہی سے انتقال فرما گئیں۔
- مبتدی رفیق تنظیم قاسم آباد شفیع محمد سرکی کی زوجہ رضائے الٰہی سے انتقال کر گئیں۔
- حلقہ حیدرآباد کے منفرد اسرہ کوٹڑی کے مبتدی رفیق اللہ ڈنو ملاح کی والدہ کچھ دن پہلے اس دنیا سے رحلت فرما گئیں۔

اللہ تعالیٰ مرحومات کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ (آمین) قارئین اور رفقائے تنظیم سے بھی دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِکَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

فوجی آپریشن: حل یا ٹریپ؟

ترتیب: فرقان دانش

خلافت فورم میں فکر انگیز مذاکرہ

مہمانانِ گرامی	
حافظ عاکف سعید	(امیر تنظیم اسلامی)
ایوب بیگ مرزا	(ناظم نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

میزبان: وسیم احمد

سوال : تحریک طالبان کے حوالے سے آپ کا مؤقف سامنے آیا ہے کہ فوجی آپریشن کی بجائے مذاکرات کے ذریعے دہشت گردی کا مسئلہ حل کیا جائے۔ آپ ایسے لوگوں سے مذاکرات کے کیوں حامی ہیں جو آئین پاکستان کو نہیں مانتے اور صرف اسلحہ کی زبان سے بات کرتے ہیں؟

حافظ عاکف سعید : مجھے اپنا موقف بیان کرنے کے لیے اس قبضہ کا کچھ پس منظر بیان کرنا پڑے گا، تا کہ معلوم ہو کہ ہم کیونکر اس مقام پر پہنچے۔ عقل اور دانشمندی کا تقاضا بھی یہی ہے کہ مذاکرات کا راستہ اختیار کیا جائے، اور ہم فوجی آپریشن کو اپنی لغت سے نکال دیں۔ عدل و انصاف کا تقاضا بھی یہی ہے کہ طاقت کے اندھا دھند استعمال کی بجائے ہم عسکریت پسند لوگوں سے مکالمہ کریں، اس لیے کہ بمباری اور گولہ باری سے بلاتفریق بچے بوڑھے اور مرد و زن مارے جاتے ہیں۔ تاریخ کا سبق بھی یہی ہے کہ طاقت کے استعمال کے آپشن کو ہم ہمیشہ کے لیے ختم کر دیں، کیونکہ فوجی آپریشن ہم پہلے بھی کرتے رہے ہیں۔ قیام پاکستان کے بعد سے 66 برسوں میں ہم نے کئی مرتبہ فوجی آپریشن کیے، مگر اُن کا نتیجہ اُمید افزا نہیں نکلا۔ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ دہشت گردی کے خلاف امریکہ کی نام نہاد جنگ اصل میں اسلام کے خلاف جنگ ہے اور ہم نے یہ فوجی آپریشن امریکی دباؤ پر شروع کیا تھا۔ یہ بات سب جانتے ہیں کہ امریکہ پاکستان کا ہرگز خیر خواہ اور مخلص نہیں۔ امریکہ کی اسلام دشمنی حقیقت عریاں ہو کر سامنے آ چکی ہے۔ اس کے نزدیک دہشت گردی صرف اسلام ہے اور اس کا ٹارگٹ صرف مسلمان ہیں۔ خاص طور پر وہ مسلمان اُن کا اولین ہدف اور اُن کی نگاہ میں بدترین دہشت گرد ہیں جو یہ تصور رکھتے ہوں کہ رب کی دھرتی پر رب کا نظام قائم ہونا چاہیے، نائن الیون کے بعد ہم نے امریکہ کی جنگ میں اُس کا ساتھ دیا۔ یہ ہمارا جرم عظیم تھا۔ اصل غلطی یہاں سے شروع ہوئی کہ ہم امریکہ کے فرنٹ لائن اتحادی بنے۔ اس کے بعد ہم نے اسے لاجسٹک سپورٹ فراہم کی۔

پھر امریکہ کا دباؤ آیا کہ ان شمالی علاقوں میں آپریشن کرو، کیونکہ میرے دشمن ان علاقوں میں چھپے ہوئے ہیں، تو ہم نے ان کے خلاف آپریشن شروع کیا۔ قبائلیوں اور ان غیر ملکیوں کا ''جرم'' یہ تھا کہ انہوں نے افغانستان میں روس کے خلاف جہاد کیا تھا۔ اس وقت امریکہ ان کو ہیرو مان رہا تھا۔ ان کا جہاد تو اللہ کی دھرتی پر اللہ کا نظام قائم کرنے کے لیے تھا۔ روس کی شکست کے بعد جب امریکہ مسلمانوں پر چڑھ کر آیا تو ان لوگوں نے امریکہ کے خلاف جہاد شروع کر دیا۔ لہٰذا اب وہ امریکہ کے دشمن بن گئے۔ جب پرویز مشرف نے امریکی دباؤ پر وزیرستان میں آپریشن کا فیصلہ کیا تو پاکستان کے تمام سمجھ دار لوگ جو ملکی حالات سے واقف ہیں، کا یہی کہنا تھا کہ یہ بہت بڑی غلطی ہوگی۔ یہ امر بھڑوں کے چھتے کو چھیڑنے کے مترادف ہوگا اور پاکستان میں اس سے جو بدامنی پھیلے گی وہ قابو میں نہیں آئے گی اور وہی ہوا۔ امریکہ کا اب بھی دباؤ ہے کہ شمالی وزیرستان میں آپریشن کیا جائے۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ امریکہ جس طرف ہمیں دھکیل رہا ہے وہ پاکستان کو کمزور کرنے اور اپنے ایجنڈے کو آگے بڑھانے کا حصہ ہے۔ لہٰذا دشمن جب اس قسم کا مطالبہ کر رہا ہو تو پھر ہمیں سمجھ لینا چاہیے کہ اس مطالبے میں ہماری خیر نہیں ہے۔ قرآن مجید نے 1400 سال پہلے ہماری رہنمائی کی ہے کہ یہود و نصاریٰ اگرچہ پچھلے پیغمبروں کے ماننے والے ہیں، لیکن یہ تمہارے سب سے بڑے دشمن ہیں۔ ان سے کسی خیر کی توقع نہ رکھو۔ یہود کے بارے میں کہا گیا کہ یہ تمہارے سخت ترین دشمن ہیں۔ یہود کے لیے قرآن میں دو مرتبہ یہ بات آئی ہے کہ یہ تو چاہتے ہیں کہ اللہ کے اس نور کو اپنی منہ کی پھونکوں سے بجھا دیں۔ ظفر علی خان صاحب کا بڑا خوبصورت شعر ہے ؎

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

یہ چاہتے ہیں کہ اسلام کو مٹا دیں اور اسے نیست و نابود کر دیں۔ ہماری عقل بھی یہی کہتی ہے کہ دشمن کے اس مطالبے میں پاکستان کا فائدہ نہیں، بلکہ نقصان ہی ہے۔ دراصل اس راستے سے دشمن اپنا کوئی ایجنڈا پورا کرنا چاہتا ہے۔

عدل و انصاف کا تقاضا بھی یہی ہے کہ مکالمہ کے ذریعے مسئلہ کا حل نکالا جائے۔ کیونکہ یہ قبائلی جنھوں نے اب تحریک طالبان پاکستان نام رکھ لیا ہے، ہمارے بھائی ہیں۔ ان کا کوئی جرم نہیں تھا بلکہ وہ پاکستان کے قیام سے لے کر اب تک پاکستان اور اسلام کے وفادار رہے ہیں۔ ہماری مغربی سرحد کی حفاظت انہوں نے اپنے ذمہ لے رکھی تھی۔ افغانستان میں بھی آپ کو معلوم ہے کہ سوائے طالبان گورنمنٹ کے ہر حکومت بھارت نواز رہی ہے۔ ہمیں تسلی تھی کہ ہمارے قبائلیوں نے اس سرحد کو محفوظ بنایا ہوا ہے۔ یہ جو کشمیر ہمارے حصے میں آیا ہے (یعنی آزاد کشمیر) یہ بھی ان قبائلیوں نے ہمیں دلوایا۔ یہ ہمارے محسن ہیں۔ 2004ء تک ان کا کردار یہ تھا۔ لیکن 2004ء کے بعد ہم نے امریکہ کے دباؤ پر ان کے خلاف فوجی آپریشن کیا۔ ہماری فضائیہ استعمال ہوئی ہے۔ جب فضائیہ استعمال ہوتی ہے تو بڑے پیمانے پر تباہی اور بربادی ہوتی ہے۔ اس دور میں وہاں سے کوئی خبر نہیں آتی تھی کہ وہاں کتنے لوگ متاثر ہوئے، کتنے بچے ہلاک ہوئے، کتنی عورتیں بیوہ ہوئیں، کتنے ہزار مکانات اور بازار تباہ ہوئے۔ جب ہم نے ان پر اتنا ظلم کیا تو اس کے ردعمل میں انہوں نے بھی بندوق اُٹھا لی۔ یہ حقیقت ہے انہوں نے اس وقت بندوق شریعت کے لیے نہیں اٹھائی تھی بلکہ اپنے دفاع میں اُٹھائی تھی اور یہ بھی آپ کے علم میں ہوگا کہ قبائیلوں کی ایک اپنی نفسیات ہے۔ کوئی کتنا ہی ظلم کرے وہ دبتے نہیں ہیں بلکہ انتقام لیتے ہیں۔ اس وقت انہوں نے کہا تھا کہ ہمارے اصل دشمن پاکستانی حکومت اور پاکستانی فوج ہے، کیونکہ انہوں نے امریکہ کا فرنٹ لائن الائی بن کر ہمارے خلاف کارروائی کی ہے۔ اسی عرصے میں پرویز مشرف نے امریکہ کو اجازت دی کہ CIA وہاں پر اپنا نیٹ ورک قائم کرے۔ اس وقت تمام بین الاقوامی تخریبی ایجنسیاں بھی CIA کے جلو میں پاکستان آ گئیں۔ یہی پالیسی زرداری کے دور میں بھی جاری رہی۔ چنانچہ سات ہزار ریمنڈ ڈیوس ایسے افراد زرداری کے دور میں پاکستان میں داخل ہوئے اور انھیں کھلی چھٹی دے دی گئی۔ رحمان ملک ان کے سب سے بڑے محافظ تھے۔ ایک طرف وہ لوگ کام کر رہے تھے جن کی دشمنی حکومت پاکستان اور فوج کے ساتھ تھی۔ دوسری طرف یہ بازار گرم ہوا۔ ہمارے میڈیا نے یہ کارنامہ انجام دیا کہ انہوں نے سارا ملبہ طالبان پر ڈال دیا۔ اس کے علاوہ بھی ہم نے بہت سی چیزیں ان کے کھاتے میں ڈال دیں جو تخریبی ایجنسیاں اور ریمنڈ ڈیوس جیسے لوگ کرتے

پھر رہے ہیں۔ ملک دشمن اکثر واقعات میں بین الاقوامی خفیہ ایجنسیاں ملوث رہی ہیں۔ یہ اس قسم کے لوگوں کو استعمال کرتے ہیں جن کے بچے اور پورا خاندان فوجی آپریشن میں ختم ہو چکا ہے۔ ساری پلاننگ ان کی ہوتی ہے۔ بہرحال اس کا تجزیہ کریں کہ غلطی کس کی ہے؟ اصل جرم ہمارا ہے۔ ہم نے زیادتی کی ہے۔ ہم نے بے انصافی کی ہے۔ ہم نے امریکہ کے دباؤ پر ان کے ساتھ وہ سب کچھ کیا جو کسی بدترین دشمن کے ساتھ کیا جا سکتا ہے۔ اب ردعمل میں وہ اُٹھے ہیں، تو آپ چاہتے ہیں کہ ان کو کچل دیا جائے۔ یہ عدل و انصاف کے تقاضوں کے صریحاً خلاف ہے۔ آخری پوائنٹ اس حوالے سے یہ ہے کہ فوجی آپریشن ہم نے پاکستان کی تاریخ میں بار بار کیے ہیں لیکن کبھی بھی وہ مسئلے کا حل ثابت نہیں ہوا۔ بگاڑ ہی زیادہ آیا۔ مشرقی پاکستان کا تجربہ ہمارے سامنے ہے۔ اس کے بعد بلوچستان میں پانچ مرتبہ ہم فوجی آپریشن کر چکے ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ وہاں پر بھی علیحدگی پسند تحریکیں زوروں پر ہیں۔ آج پاکستان کا نام لینا وہاں پر گناہ ہے۔ اسی طرح کراچی میں کئی فوجی آپریشن ہو چکے ہیں۔ اب بھی وہ آپریشن تھیٹر میں ہے۔ سوات کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ بہت کامیاب آپریشن تھا۔ اس کے بارے میں کچھ حقیقت جنرل شاہد عزیز نے بھی کھول دی ہے اور اس وقت صورتِ حال یہ ہے فوج وہاں موجود ہے تو امن کسی درجے میں قائم ہے۔ اگر انہوں نے آپریشن کے ذریعے تمام دہشت گردوں کا صفایا کر دیا ہے تو فوج باہر کیوں نہیں آتی؟ اب تک جگہ جگہ ناکے کیوں لگے ہوئے ہیں؟ وہاں پر اب بھی ایک اعتبار سے ایمرجنسی قائم ہے۔ چنانچہ ہماری تاریخ کا سبق بھی یہی ہے کہ فوجی آپریشن حل نہیں ہے، بلکہ واحد قابل عمل حل مذاکرات ہیں۔

سوال: فوجی آپریشن مسئلے کا حل کیوں نہیں؟ دنیا بھر میں ہونے والی بغاوتوں کو فوجی قوت سے کچلا جاتا ہے۔ پاکستان میں ایسا کیوں ممکن نہیں؟

ایوب بیگ مرزا: پاکستان کی تاریخ کا سبق کم از کم یہی ہے کہ آج تک یہاں کوئی فوجی آپریشن مثبت نتائج پیدا نہیں کر سکا۔ آپ یوں سمجھئے کہ اگر ایک مریض کے آپ بار بار آپریشنز کریں گے تو یہ اس بات کی علامت ہے مرض ٹھیک نہیں ہو رہا اور مریض کی حالت بد سے بدتر ہوتی چلی جا رہی ہے۔ بار بار آپریشنز اس لیے کیے جا رہے ہیں کہ کوئی بھی آپریشن مسئلے کا حل نہیں کر سکا۔ ایسا کیوں نہیں ہو سکا؟ آپ کہتے ہیں کہ دنیا میں مختلف بغاوتیں فوجی آپریشن سے کچلی گئی ہیں۔ آپ زیادہ سے زیادہ ماضی قریب میں سری لنکا کی مثال دے سکتے ہیں، جہاں تامل بغاوت کچل دی گئی، لیکن وہ بھی سو فیصد نہیں کچلی گئی۔ وہاں تامل ایک خاص جغرافیائی حدود میں رہتے تھے۔ وہاں کا مسئلہ صرف تامل کا مسئلہ تھا، سری لنکا کے تمام لوگوں کا مسئلہ نہیں تھا۔ تامل سری لنکا سے آزادی حاصل کر کے اپنی الگ ریاست بنانا چاہتے تھے۔ سری لنکا کے کسی دوسرے حصے میں ان کے ہم خیال لوگ نہیں تھے، لیکن پھر بھی انہوں نے دوسری حکومتوں سے مدد حاصل کی، تب جا کر وہ بغاوت 95% کچلی گئی۔ لیکن وجہ یہ تھی کہ بغاوت کرنے والی قوتیں ایک جگہ جمع تھیں۔ جب کہ نظریاتی مسئلے کا معاملہ مختلف ہوتا ہے۔ نظریئے کا کوئی جغرافیہ نہیں ہوتا۔ آپ کہہ سکتے ہیں کہ جو مطالبات طالبان کے ہیں کیا وہ وزیرستان تک محدود ہیں؟ آپ کو پشاور، کراچی اور لاہور میں بھی ان کے حامی ملیں گے۔ اگر آپ نظریاتی قوت کے خلاف آپریشن کرتے ہیں تو کہاں کہاں آپریشن کریں گے۔ دوسری بات یہ سمجھ لیجیے کہ پاکستان کے حالات کے پیش نظر آپریشن اس لیے بھی بہت مہلک اور تباہ کن ہے کہ پاکستان کی فوج بہت حد تک پھیل چکی ہے۔ یعنی وہ ایک جگہ اپنی توجہ کو مرکوز نہیں کر پا رہی ہے۔ پہلے ہمارا ایک دشمن تھا (یعنی بھارت)۔ جغرافیائی لحاظ سے اب بھی وہی ایک دشمن ہے۔ البتہ پہلے ہماری تمام توجہ مشرقی سرحد پر مرکوز ہوتی تھی، جبکہ شمال مغربی سرحد کی حفاظت قبائلی کر رہے ہوتے تھے۔ اس کے باوجود کہ افغانستان کی حکومت پاکستان کی مخالف ہوتی تھی، اُسے بھی جرأت نہیں ہوئی کہ وہ ہماری سرحد کی خلاف ورزی کرے، جس طرح کہ آج کل خلاف ورزی ہو رہی ہے۔ لیکن اب، ہمیں مغربی سرحد سے بھی خطرہ ہے۔ انڈیا اور امریکا سرحد پار بیٹھے ہیں۔ لہٰذا کراچی اور بلوچستان میں آپریشن کے ساتھ ساتھ اگر یہ نیا محاذ بھی ہم کھول لیتے ہیں تو گویا ہماری فوج مکمل طور پر پھیل جائے گی اور دشمن کے لیے ہمارے خلاف کارروائی کرنا بہت آسان ہو جائے گا۔ سوات میں آپریشن کو کامیاب قرار دیا جاتا ہے، لیکن فوج کا ایک بڑا حصہ اب بھی وہاں پر موجود ہے۔ گویا ہماری فوج جگہ جگہ پھیلی ہوئی ہے۔ پاکستان میں کوئی ایک جگہ بھی ایسا فوجی آپریشن نہیں ہوا ہے جہاں سے قیام امن کے بعد فوجی واپس آ گئے ہوں۔ سوات کی مثال لیجیے۔ کیا وہاں سے فوج واپس آ گئی؟ اس لیے میں کہتا ہوں کہ فوجی آپریشن بہت تباہ کن ثابت ہوگا۔ یہ ہمارے دشمن کی چال ہے، یہ ایک ٹریپ ہے جس میں ہماری فوج کو پھنسایا جا رہا ہے۔ جب فوج پھیل جائے گی تو ہندوستان کے لیے معاملہ آسان ہو جائے گا۔ اس وقت ہمارے سامنے دو دشمن ہیں: امریکہ اور بھارت۔ بھارت کے لیے اپنا ہدف زمینی سطح پر آسان ہو جائے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ امریکہ پاکستان کو جغرافیائی لحاظ سے ختم نہیں کرنا چاہتا۔ امریکہ کو پاکستان کی ایٹمی صلاحیت سے تشویش ہے۔ فوج کے جگہ جگہ بکھرنے کی وجہ سے اس کے لیے یہ آسان ہو جائے گا کہ وہ بہانہ بنا کر ہمارے ایٹمی ہتھیاروں پر کسی نوعیت کا حملہ کر دے۔ لہٰذا میں سمجھتا ہوں کہ فوجی آپریشن یہاں ہر لحاظ سے تباہ کن ثابت ہوگا۔ اس معاملے میں تحریک طالبان پاکستان بھی ایسے مطالبہ سے گریز کرے جو حکومت کے لیے ماننا مشکل ہو، تاکہ آپریشن کی مصیبت کو ٹالا جا سکے۔

سوال: اگر تحریک طالبان کی طرف سے نفاذِ شریعت کا مطالبہ مان لیا جائے تو حکومت اس مطالبے کو پاکستان میں کیسے نافذ کرے گی؟

حافظ عاکف سعید: میرے خیال میں ان کے مطالبے میں سرفہرست یہ نہیں ہے۔ میں نے مطالبات کی فہرست دیکھی تھی۔ اس میں پانچویں نمبر پر یہ بات آئی تھی۔ میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا کہ اصل میں انہوں نے ری ایکشن میں بندوق اُٹھائی ہے۔ افغانستان میں طالبان نے چونکہ شریعت قائم کی تھی، اس کے حوالے سے طالبان پاکستان کے اندر بھی کچھ ایسی بات آ رہی ہے اور وہ بھی شریعت کی بات کر رہے ہیں۔ ان کا یہ مطالبہ بھی گویا ہمیں آئینہ دکھانے کے مترادف ہے کہ پاکستان اسلام کے نام پر بنا، لیکن یہاں پر شریعت قائم نہیں ہے، کم سے کم یہاں شریعت تو قائم کرو۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ کام قیام پاکستان کے وقت بڑی آسانی سے ہو سکتا تھا اور اس کا آغاز بھی ہوا تھا۔ اوریا مقبول جان صاحب کی تحقیق ہے کہ قائداعظم نے ادارے قائم کر دیے تھے، تاکہ ملک کے تمام اداروں کو اسلامائز کیا جا سکے۔ سٹیٹ بینک کی افتتاحی تقریب میں قائداعظم نے کہا تھا کہ اسلام کے معاشی اُصولوں کے مطابق ہم اپنا نظام بنائیں گے۔ یہ سوچ چلی آ رہی تھی لیکن اس کے بعد رکاوٹ آ گئی۔ اب صورتِ حال ہے 66 سال گزرنے کے بعد بھی ہمارے ہاں دین و شریعت کا نفاذ عمل میں نہیں آیا۔ یہ کام اب کیسے ہوگا؟ اس حوالے سے ماضی میں کام کافی ہو چکا ہے۔ ہمارے موجودہ آئین کے بارے میں بھی ایک بحث پچھلے دنوں اُٹھی ہے کہ آیا یہ اسلامی ہے یا غیر اسلامی؟ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ آئین قابل اصلاح ہے۔ اس میں اسلام تو موجود ہے لیکن اس کو حقیقی اسلامی آئین بنانے کے لیے اس میں کچھ ترامیم ہونی ضروری ہیں۔ یہ ترامیم ہو جائیں تو نفاذ شریعت کی جانب ٹھوس پیش رفت ہو سکتی ہے۔ بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے میاں محمد نواز شریف کو (جب کہ وہ دوسری مرتبہ بھاری مینڈیٹ کے ساتھ اقتدار میں آئے تھے) کہا تھا کہ آئین میں چند ترامیم کی جائیں اور اس کے اندر تو چور دروازے ہیں، ان کو بند کیا جائے۔ آئین میں اسلام کی بالادستی کا تذکرہ ہے،

لیکن اسلام کو نافذ کیسے کیا جائے گا اس کے حوالے سے تفصیلات نہیں ہیں، کچھ خلا ہے۔ پھر یہ کہ اس کے اندر خلافِ اسلام شقیں بھی موجود ہیں۔ چنانچہ والد محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا فرمانا یہ تھا کہ قراردادِ مقاصد جس کو اب آئین کا حصہ بنا دیا گیا، پورے دستور پر حاوی کر دیا جائے۔ اگر یہ پورے دستور پر حاوی ہو جائے تو اس کے منافی کوئی بھی شق از خود کالعدم ہو جائے گی۔ آئین میں ایک شق یہ بھی ہے کہ بڑی سے بڑی عدالت ہی کسی مجرم کو سزا سنا دے، تو صدر کو سزا معاف کرنے کا اختیار ہے۔ یہ شق صریحاً غیر اسلامی ہے لیکن آئین کا حصہ ہے۔ ہماری عدالتی تاریخ میں مثال موجود ہے کہ جسٹس نسیم حسن شاہ نے عدالتی بینچ کی صدارت کرتے ہوئے اس شق کو برقرار رکھا اور کہا کہ ٹھیک ہے یہ غیر اسلامی ہے لیکن ہمارے دستور کا حصہ ہے۔ اسی طریقے سے اسلامی نظریاتی کونسل نے بڑا کام کیا ہے۔ اس کے ذمے یہ کام تھا کہ ملک کے تمام قوانین کا جائزہ لے کر تمام غیر اسلامی قوانین کو اسلامائز کرنے کے لیے متبادل اسلامی قانون کی سفارشات پارلیمنٹ کو پیش کریں۔ یہ کام انہوں نے بہت بڑے پیمانے پر کیا ہوا ہے۔ ہزار ہا معاملات کے اندر انہوں نے راہنمائی دی ہے، لیکن وہ سارا کام کسی کباڑ خانے کی زینت بنا ہوا ہے۔ نہ وہ اسمبلی کے اندر ڈسکس ہوتا ہے اور نہ اس کے نفاذ کی کوئی بات ہوتی ہے۔ اس کو فوری طور پر روبہ عمل لایا جائے۔ اِس سے بہت سے غیر اسلامی قوانین ختم ہو جائیں گے۔ اس ضمن میں یہ وضاحت بھی کر دی جائے کہ پرویز مشرف نے بددیانتی کرتے ہوئے ایسے لوگوں کو اسلامی نظریاتی کونسل کا ممبر بنا دیا تھا جو اس کے اہل نہیں تھے اور پرویزی تصورات رکھتے تھے۔ چنانچہ اس دور میں جو کام ہوا ہے وہ ہمارے علماء تسلیم نہیں کریں گے۔ البتہ اس سے پہلے کا جو کام ہے وہ بڑا قیمتی ہے۔ اس کے اندر ہمارے تمام روایتی مسالک کا اتفاق ہے۔ ان کو آپ نافذ کرنا شروع کر دیں اور مثبت انداز سے اس طرف چلیں تو ان شاءاللہ نفاذِ شریعت کا مسئلہ بڑی آسانی سے حل ہو سکتا ہے۔

ایوب بیگ مرزا : اس حوالے سے میں ایک بات کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں۔ کہا جاتا ہے کہ 1973ء کے آئین کو تمام علماء نے قبول کیا تھا۔ اصل میں علماء اس شرط پر مانے تھے کہ دس سال کے اندر اندر تمام غیر اسلامی قوانین ختم کر دیئے جائیں گے اور آئین مکمل طور پر اسلامی بنا دیا جائے گا۔ یہ گویا حکومت کو مہلت دی گئی تھی۔ ایسا نہیں ہے کہ علماء نے اس آئین کو مِن وعَن تسلیم کر لیا تھا۔ انہوں نے حقیقت میں حکومت کو دس سال کی مہلت دی تھی کہ آپ دس سال کے اندر اندر یہ کام کر لیں۔

سوال : حکومت اور طالبان کی طرف سے جنگ بندی کا اعلان ہو چکا ہے جو انتہائی اطمینان بخش بات ہے، لیکن اس کے بعد بھی دھماکے ہوتے رہے ہیں۔ اس کا کیا حل ہے؟

ایوب بیگ مرزا : ابھی عاکف سعید صاحب نے بتایا تھا کہ پرویز اور زرداری دور میں امریکہ سے ہزاروں لوگوں کو پاکستان میں داخل ہونے کے لیے ویزے دیئے گئے اور CIA کو یہاں پر پورا اپنا نیٹ ورک قائم کرنے کی اجازت دی گئی۔ انہوں نے اس نیٹ ورک میں تخریب کار عناصر کو شامل کیا۔ آپ جانتے ہیں کہ پاکستان میں غربت ہے اور یہاں پر ضمیر فروش لوگ بھی ہیں جو پیسے کی خاطر سب کچھ کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا ان لوگوں کو یہاں سے ایسے عناصر مل گئے جو عوام کو نقصان پہنچانے والی کارروائیوں میں ان کے مددگار بن گئے۔ آپ کو معلوم ہے کہ امریکہ اور بھارت کے پاس وسائل کتنے ہیں۔ افغانستان کے بارڈر پر بھارت کے آٹھ قونصل خانے کیا کر رہے ہیں۔ وہاں ان لوگوں کو تربیت دی جاتی ہے اور ان کو وسائل مہیا کر کے ادھر بھیجا جاتا ہے۔ ہمارے پاس اس کی مکمل رپورٹ موجود ہے۔ ہماری خفیہ ایجنسیاں پاکستان کی حکومت کو رپورٹ دے چکی ہیں۔ یہ جو اسلام آباد کا حملہ ہوا ہے اس کے بارے میں رپورٹ آچکی ہے کہ اس میں ''را'' ملوث ہے۔ یہاں مستقل طور پر را، موساد، اور CIA حرکت میں ہیں۔ احرار الہند کا نام مذاکرات سے پہلے کبھی آپ نے سنا تھا؟ خود طالبان یہ کہہ رہے ہیں کہ ہمیں ڈھونڈنا پڑے گا کہ یہ احرار الہند کہاں سے آ گئے۔ دراصل اب انتظامیہ کی سطح پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔ پہلے حکومت یہ کام کرے کہ جن کے ساتھ ہم نے زیادتیاں کی ان کی زیادتیوں کی تلافی کی جائے اور پھر ان کے ساتھ مل کر ان کا تعاون حاصل کر کے اس طرح کے لوگوں کو جو پیسے لے کر ملک دشمن کارروائیوں میں ملوث ہیں پکڑا جائے۔ یہ تمام کارروائیاں ہمارے ملک میں دشمن ایجنسیاں اس لیے کر رہی ہیں تا کہ مذاکرات ناکام ہوں اور پاکستان کو فوجی آپریشن پر مجبور کر کے غیر مستحکم کیا جا سکے۔

☆☆☆

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاءاللہ ''جامع مسجد گلزارِ قائد'' نزد ایئرپورٹ راولپنڈی میں

13 تا 19 اپریل 2014ء

(بروز اتوار نماز عصر تا بروز ہفتہ نماز ظہر)

مبتدی و ملتزم تربیتی کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے

نوٹ: ملتزم تربیتی کورس میں مندرجہ ذیل موضوعات پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔ رفقاء اِن موضوعات پر دستیاب مواد ☆ جہاد فی سبیل اللہ ☆ عبادتِ رب ☆ شہادت علی الناس ☆ اقامت دین ☆ اسلام کا انقلابی منشور۔ کا مطالعہ کر کے آئیں

زیادہ سے زیادہ رفقاء پروگرام میں شریک ہوں

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0334-5309613 / 0323-5044904

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت (042)36316638-36366638

میرے والد، میرے رہبر

بانیٔ تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے مزاج و مذاق، حیات وافکار اور دینی خدمات کے حوالے سے ان کی صاحبزادی ام عمار کے خیالات واحساسات

میرے والد محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی وفات کو چوتھا سال پورا ہونے کو ہے۔ سمجھ نہیں آتا کہ میں اُن کے بارے میں (اُن کی عدم موجودگی میں) کیا لکھوں۔ کیونکہ جب میں انہیں اُن کے ریکارڈ شدہ خطابات میں دیکھتی اور سنتی ہوں تو یہی محسوس ہوتا ہے کہ وہ ہمارے درمیان موجود ہیں۔ لگتا ہی نہیں کہ وہ وفات پا چکے ہیں اور اس عارضی سرزمین سے دائمی عالم میں منتقل ہو چکے ہیں۔ جب ہم قرآن کا بیان یا درس سنتے ہیں تو وہ ایک والد سے زیادہ استاد کی حیثیت سے ہمارے سامنے ہوتے ہیں۔ والد صاحب یہ شعور ہمارے اندر الحمدللہ بیدار کر چکے تھے کہ ﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ط﴾ (آل عمران: 185) ''ہر ذی نفس کو موت کا مزا چکھنا ہے۔'' جو بھی اس دنیا میں آ گیا اُسے ایک دن لازماً اصل دنیا اور اصل گھر میں جانا ہے۔ جسمانی طور پر یقیناً اُن کی کمی اُس وقت تک محسوس ہوتی رہے گی جب تک ہم بھی موت سے ہمکنار نہ ہو جائیں۔ اللہ سے دُعا ہے کہ موت کے بعد ہم سب کو نبی پاک ﷺ کی معیت میں پھر سے اکٹھا کر دے (آمین)۔ قرآن پاک کی برکت سے اُن کی آواز اس وقت بفضلہٖ تعالیٰ تمام عالم میں سنائی دے رہی ہے۔ انہوں نے قرآن وسنت کے ذریعے مسلمانوں کے ماضی، حال اور مستقبل، اس دنیا کے خاتمے تک کے مراحل اور امت مسلمہ کے عروج وزوال کو جس عمدہ انداز سے بیان کیے، اس کی مثال ملنی مشکل ہے۔ اس سے تاریخ اسلام اور تاریخ بنی اسرائیل سے آگاہی ہو گئی۔ انہوں نے احادیث کی روشنی میں بنی اسرائیل اور امت مسلمہ کا آپس میں موازنہ کر کے بتایا کہ آج ہم بنی اسرائیل سے کس قدر مشابہ ہو گئے ہیں۔

آج پاکستان سیکولرازم کے حوالے سے جس مقام پر پہنچ چکا ہے اس پر تو عوام الناس اور سیکولر طبقہ کے علاوہ خود مذہبی جماعتیں بھی یہ سوچنے پر مجبور ہیں کہ پاکستان میں اسلام تو کیا اس کا پچاسواں حصہ بھی قائم نہیں ہو سکتا جب تک کہ مکمل تبدیلی نہ آئے۔ چہروں کے بدلنے سے کبھی نظام نہیں بدلتا، صرف عوام بہل بن جاتے ہیں۔ جبکہ پاکستان میں اس گلے سڑے نظام کو جڑ سے اکھاڑنے کی ضرورت ہے اور اس کا ذریعہ صرف اور صرف انقلاب ہے۔ والد صاحب کی خداداد بصیرت نے یہ بات آج سے 40 سال پہلے ہی سمجھ لی تھی اور اسی کی دُہائی بھی دیتے رہے کہ پاکستان میں امن اور اسلام قائم کرنا ہے تو اس کا واحد ذریعہ انقلاب ہے۔ وہ فرماتے تھے کہ انقلاب بھی دنیا کے عام انقلابوں کی مانند نہ ہو بلکہ نبوی منہج پر چل کر آئے۔ اپنی جماعت تنظیم اسلامی کے قیام کے روز اوّل سے والد صاحب کا جو مؤقف تھا، الحمدللہ تادم آخر وہ اسی موقف پر قائم رہے۔ اس مقصد کی خاطر انہوں نے اپنی زندگی میں کئی دفعہ دینی جماعتوں کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا ہونے کی دعوت دی، جس کی آج اشد ضرورت ہے۔ وہ فرماتے تھے کہ انقلاب نبویؐ کے لئے سخت جان اور مشقت پسند کارکن درکار ہیں۔ اُن کی تربیت بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تربیت سے ملتی جلتی ہونی چاہیے۔ وہ یہ شعر بہت پڑھا کرتے تھے۔

تو خاک میں مل اور آگ میں جل، جب خشت بنے تب کام چلے
ان خام دلوں کے عنصر پر بنیاد نہ رکھ تعمیر نہ کر!

والد صاحب فرماتے تھے کہ انقلابی کارکنوں کے اوصاف میں پہلا وصف ''دنیا سے بے رغبتی'' ہے۔ سورۃ الشوریٰ جو اقامت دین کے حوالے سے ذروۂ سنام کی حیثیت رکھتی ہے، وہاں اسلامی انقلابی کارکنوں کے اوصاف بھی بیان ہوئے ہیں۔ ان اوصاف کے تذکرے میں پہلی بات ہی یہ یاد دلائی گئی ہے کہ دنیا ایک متاع ہے۔ بہتر اور باقی رہنے والی چیز آخرت کا اجر وثواب ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دنیا کو آخرت پر ترجیح مت دو۔ ایسا کرو گے تو پچھتاؤ گے۔ چنانچہ والد صاحب نے بہت سادہ زندگی گزاری۔ دولت کو کبھی دین کے راستے میں آڑ نہیں بننے دیا۔ ہمیں بھی ہمیشہ سادگی کی تلقین کرتے تھے۔ اگرچہ کھانے کے معاملے میں باذوق تھے، لیکن چٹنی سے روٹی اور رات کی باسی روٹی بھی شوق سے کھا لیتے تھے۔ میں نے خود انہیں کئی بار دال اور پیاز کے ٹکڑوں سے روٹی کھاتے دیکھا۔ مٹی کے پیالے میں چائے پی لیتے۔ والدہ صاحبہ خود بھی اسی مزاج کی تھیں۔ لہٰذا ہمیں انہوں نے دنیا کی ان چیزوں کا شوق پیدا نہیں ہونے دیا۔ ہمارے گھر میں پردے بھی چادروں کے (جو استعمال کے قابل نہیں رہتی تھیں) ہی کے لگتے تھے اور وہ بھی صرف ضرورت کی جگہ پر۔ میں اس بات کو فخریہ بیان نہیں کر رہی بلکہ یہ بتانا چاہ رہی ہوں کہ انقلابی کارکنوں کے گھروں اور طرز بود و باش کو بالکل ناگزیر سطح پر ہونا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ باتیں تو ہم عزیمت کی کرتے رہیں، لیکن ہمارے گھروں کا ماحول اس کے برعکس ہو۔ والد صاحب نے جب دُنیا کی کمائی کو خیر باد کہا تو اُن کے ذہن میں یقیناً اس کے ممکنہ نتائج بھی ہوں گے۔ بحمداللہ، اللہ تعالیٰ نے انہیں معاشی تفکرات اور پریشانی سے نکالنے کے لئے انہیں ایسی رفیقۂ حیات دی کہ جنہوں نے معاشی اور دینی دونوں سطحوں پر اپنے شوہر کے ساتھ بھرپور تعاون کیا۔ اس سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ مرد اگر انقلابی کارکن بننا چاہ رہا ہو تو اس کے لئے بیوی کا تعاون ضروری ہے، ورنہ اُس کے لئے انقلابی جدوجہد کو وقت دینا خاصا مشکل ہو جاتا ہے۔

آج ہماری دیندار خواتین بھی اولاد کی تعلیم کے حوالے سے یہی ذہن رکھتی ہیں کہ انہیں اچھے سے اچھے سکول میں داخل کر دیں اور کپڑوں میں بھی وہ آج کل کے رواج کے مطابق ''Inn'' نظر آئیں۔ ہمیں (بیٹیوں کو) والد صاحب نے سکول سے اُٹھا لیا۔ والدہ صاحبہ نے اس معاملے میں اُن کے ساتھ دل وجان سے تعاون کیا، جس سے ہمارے گھر میں کوئی مسئلہ پیش نہیں آیا۔ اگر اہلیہ کا صحیح تعاون ہو تو اللہ کے فضل سے مسئلے حل ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح کپڑوں کے معاملے میں امی جان نے کبھی ہمیں اوپر کی طرف دیکھنے نہیں دیا۔ ایک ایک جوڑا سلتا اور کئی کئی سال عیدوں اور شادیوں کے مواقع پر چلتا۔ خود والدہ صاحبہ کا بھی یہی حال تھا۔ جبکہ اُس دور میں بھی ہماری رشتہ دار سہیلیوں اور ہم عمروں کے کپڑے بہت زیادہ بہتر ہوتے تھے۔ یہ والدہ صاحبہ کا خود ہم پر بھی احسان ہے کہ انہوں نے ان پریشانیوں اور دنیاوی

ضروریات کو کبھی دین کے معاملے میں آڑے نہیں بننے دیا اور یہ والد صاحب پر بھی احسان ہے۔ جس کا بدلہ صرف اللہ تعالیٰ ہی انہیں دے گا اور ان شاء اللہ بہت زیادہ دے گا۔ آج کپڑوں کی بہتات اور قیمتی لباس کی دوڑ میں بہت سے دینی اور جماعتی گھرانے بھی صدقات اور انفاق فی سبیل اللہ میں پیچھے رہ گئے ہیں۔ یہ سب کچھ حُبِّ دنیا کا حصہ ہے جو کہ ہمارے گھروں میں نہیں ہونا چاہیے۔ اس سے تو یہی لگتا ہے کہ ہمارے دل آخرت کی بجائے دنیا کی جانب مبذول ہیں۔ ترجیح آخرت نہیں، ہیں، دنیا ہے۔ اور یہ دنیا اور آخرت کا خسارہ ہے۔ والد صاحب فرماتے تھے کہ دل تو آخرت کی کامیابی کے حصول کے لئے وقف ہونا چاہیے۔ دل میں صرف ایک محبت ہونی چاہیے اور وہ رضائے الٰہی کا حصول ہے۔ مقصد حیات بھی صرف اور صرف ایک ہونا چاہیے اور وہ ''بندگی رب'' ہو۔ جہاد بھی اصلاً وہ جہاد ہے جو فی سبیل اللہ ہو۔ اس جہاد کا سب سے پہلا درجہ اپنے نفس کے خلاف جدوجہد ہے، جو راہ حق پر فیصلے میں قدم قدم پر رکاوٹیں ڈالتا ہے۔ یہ جہاد زندگی کے آخری لمحے تک جاری رہتا ہے۔

اگر ہمیں یہ ساری تعلیمات اپنے والد محترم سے نہ ملتیں تو شاید ہماری زندگی افراط و تفریط کا شکار ہی رہتی کہ کون سا عمل پہلے اور کون سا بعد میں کرنا ہے؟ کسی عمل کو کتنا کرنا ہے؟ کب تک کرنا ہے؟ ہم اسی شش و پنج میں پڑے رہتے۔ والد صاحب نے الحمدللہ دین کے تصورات ہم پر واضح کر دیئے کہ ہمارا دین ہم سے کیا چاہتا ہے؟ اس کا اوّل و آخر کیا ہے؟ انہوں نے ہمیں بتایا کہ ہر مسلمان سے دین کے تین مطالبے ہیں: (1) بندگی یا عبادت رب (2) شہادت علی الناس (3) اقامت دین یا اعلائے کلمۃ اللہ یا اظہار دین حق۔ یہی ہمارے دین کے بنیادی مطالبے ہیں جو ہمارے دینی فرائض میں شامل ہیں۔ ان تینوں درجوں میں بھی اہم ترین اور انتہائی ناگزیر عمل ایمان کی مسلسل آبیاری اور استقامت ہے۔ یہ دین کی عمارت کی زیر زمین بنیادیں ہیں۔ ایمان کے حصول کے دو بنیادی ذرائع ہیں جو بہت اہم ہیں: (1) نبی کریم ﷺ کی حدیث کے مطابق موت کا کثرت سے ذکر اور تلاوتِ قرآن دو ایسی چیزیں ہیں جو دلوں کے زنگ کو ہٹا دینے والی ہیں۔ گویا یہ ایمان کی آبیاری کرتی ہیں۔ ہمارا حال یہ ہے کہ موت کے بکثرت ذکر سے تو بالکل تہی ہیں اور تلاوت قرآن بھی محض حصول ثواب کے لئے کرتے ہیں۔ اس طرف دھیان نہیں ہوتا کہ اُسے سمجھ کر پڑھیں اور اس پر غور کریں، اِسے اپنا امام و رہنما بنائیں۔ والد صاحب نے قرآن کی طرف رجوع کرنے کے لیے قرآن مجید کے مسلمانوں پر حقوق بیان کیے۔ اُن کی کتاب ''مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق'' ایک گراں قدر کتاب ہے۔ یہ اگر ہمارے سامنے نہ آتی تو شائد ہم بھی قرآن مجید کو صرف حصول ثواب اور ایصال ثواب ہی کی کتاب سمجھتے۔ ایمان کے حصول کے لئے ہمیں موت کے بکثرت ذکر کے ساتھ ساتھ قرآن کے حقوق کی ادائی کی طرف سنجیدگی سے توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔

الحمدللہ، والد صاحب نے بندگی رب کے جامع تصور کو بہت عمدگی سے سمجھایا۔ ہم یہی سمجھتے تھے جیسا کہ عوام الناس کا تصور ہے کہ عبادت تو صرف نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کا نام ہے۔ جبکہ عبادت پوری زندگی میں محبت الٰہی کے جذبہ سے اللہ کی اطاعت ہے۔ ہم کل وقتی اللہ کے غلام ہیں۔ عبد کا تو مطلب ہی غلام ہوتا ہے۔ عبدیت عبد اور معبود کے درمیان ایک گہرے اور مستقل تعلق کا نام ہے۔ انسانوں کی غلامی تو انسان جبراً کرتے ہیں لیکن اللہ کی غلامی برضا و رغبت مطلوب ہے۔ اس غلامی میں محبت اور عاجزی کا رنگ بھرا ہونا چاہیے، کیونکہ ہمارا معبود وہ ہے جس نے ہمیں پیدا کیا اور جو ہمارا رازق ہے۔ والد صاحب کو اللہ تعالیٰ بہترین اجر دے، جن کی بدولت ہمیں قرآن پاک کے مشکل مقامات کو سمجھنے کا موقع ملا۔ ہماری تخلیق کا مقصد ہی بندگی رب ہے اور بندگی رب 'ہاتھی کے پاؤں میں سب کے پاؤں' کے مصداق ہے۔ اسی بندگی رب کا تقاضا پھر شہادت علی الناس ہے، کہ اپنے اپنے دائرہ کار میں اللہ کی بندگی اور رسول ﷺ کے امتی ہونے کی حیثیت سے اپنی ذمہ داریاں ادا کرنا اور لوگوں پر گواہی قائم کر دینا کہ ہم نے ان تک رسالت کا پیغام پہنچا دیا، تا کہ آخرت میں گواہی ہمارے حق میں بن جائے۔ اسی طرح اقامت دین کی جدوجہد کو ان حالات میں جب کہ اسلام مغلوب ہو، فرض عین قرار دینا اور اس کے لیے جدوجہد کرنا، اسی مقصد کے لیے جماعت کی تشکیل کرنا، کارکنوں کو منظم اور متحرک کرنا، اقامت دین کے لیے منہج انقلاب نبویؐ کے مطابق اپنی جماعت کا لائحہ عمل تیار کرنا، اُس کے تمام مراحل کو اوّل تا آخر انجام دینے پر زور دینا۔ یہ سب کچھ خالصتاً خداداد صلاحیت کے تحت ہوا۔ ''منہج انقلاب نبویؐ'' والد صاحب کی تصانیف میں ایک انمول کتاب ہے۔ جس میں انفرادیت سے لے کر اجتماعیت اور انقلابی مراحل کے آغاز سے لے کر انجام تک کے مراحل انقلاب بہت خوبصورت انداز میں سمو دیئے گئے ہیں۔ اس میں دعوت کا بیان بھی ہے، تربیت و تزکیہ کا بھی، تنظیم کا ذکر بھی ہے اور صبر محض (passive resistance) اور اقدام (active resistance) کا بھی۔

ہم تو شاید ارکان اسلام کسی قدر ادا کر کے اور چند اچھے کام کر کے عبادت گزار اور نیک بن جاتے اور بقیہ پوری زندگی اپنی مرضی سے گزارتے، لیکن اللہ نے ہم پر یہ احسان کیا کہ والد صاحب کے ذریعے نیکی کی حقیقت اور راہ نجات ہمارے سامنے رکھ دی۔ انہوں نے آیہ بر (البقرہ:177) کی روشنی میں نیکی کا جامع تصور ہمارے سامنے پیش کیا اور راہ نجات (سورۃ العصر) کے ذریعے چار لوازم نجات کی شکل میں پوری زندگی کے چار عنوانات بنا دیئے، جو بالترتیب ایمان، عمل صالح، تواصی بالحق اور تواصی بالصبر ہیں۔ اسی طرح ہم مسلمانوں کا یہ تصور ہے کہ ہم تو شرک نہیں کرتے کیونکہ ہم الحمدللہ نہ بت پرست ہیں، نہ ستارہ پرست، نہ سورج پرست ہیں اور نہ مزار پرست۔ لیکن والد صاحب نے ہم پر یہ واضح کیا کہ شرک تو اس کے علاوہ بھی کئی اور صورتوں میں ہے۔ شرک اور اس کی اقسام کی شکل میں والد صاحب کی معرکۃ الآرا تقاریر اور کتب ہمارے سامنے موجود ہیں، جن میں انہوں نے شرک کے ایک ایک پہلو کی طرف خوب توجہ دلائی ہے۔ اسی طرح ''توحید عملی'' کتاب بھی ہماری زندگی بدلنے کے لئے ایک بہترین کتاب ہے۔

والد صاحب کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی اور وہ اپنے حصے کا کام کر گئے۔ اُن کی شدید خواہش تھی کہ دین کے کام میں میری بیماری یا کوئی اور مجبوری آڑے نہ آئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا سنی اور آخری دنوں میں بھی جبکہ ہمت جواب دے گئی تھی، وہ دین اور جماعت کا کام جاری رکھے ہوئے تھے۔

بحیثیت باپ اور مربی استاد کے والد صاحب کے ہم پر بے پناہ احسانات ہیں۔ والدین کے احسانات کا بدلہ تو دنیا میں دیا ہی نہیں جا سکتا، گجا ایسے والدین جو دوسروں کے لیے بھی مشعل راہ ہوں۔ محبت کا تقاضا تو یہی ہے کہ ہم ان کی جلائی ہوئی شمع کو روشن رکھیں۔ نہ صرف خود اس راستے کے راہی بنیں بلکہ اپنی اولاد کو بھی اقامت دین کی جدوجہد میں اپنا تن من دھن لگا دینے کی طرف راغب کریں۔ (باقی صفحہ 9 پر)

ہو نہ جائے آشکارا شرعِ پیغمبرؐ کہیں

عاطف عباسی

سالانہ اجتماع پر جانے کا ارادہ کیا تو کسی نے کہا کہ اللہ کو پانے کے لئے اور اس کی خوشنودی کی خاطر گھر بار چھوڑ کر دریا کنارے چلے جانا، کہاں لکھا ہے، کون سی عقل کا تقاضا ہے"۔ ہم نے جواب میں اقبال کے یہ اشعار پیش کیے۔

گذر جا عقل سے آگے کہ یہ نور
چراغ راہ ہے منزل نہیں ہے!

اور

عقل و دل و نگاہ کا مرشدِ اوّلیں ہے عشق
عشق نہ ہو تو شرع و دیں بت کدۂ تصورات!

محترم! یہ عشق ہی ہے جو تاریخ کی کتابوں میں گم ہے اور یہ عشق ہی ہے جو ہر سفر میں مثل رم جھم ہے اور یہ عشق ہی ہے جو ہر قربانی کا محرک ہے۔ یہ جو ہم واقعات سنتے اور پڑھتے ہیں کہ کوئی محبوب کی خاطر صحرا کے ذرے گن رہا ہے، کوئی اپنی جان مٹانے کے درپے ہے، کوئی بغاوت کا تاج سر پر رکھے گھوم رہا ہے، کوئی جنگلوں کی ویرانیوں سے جھگڑ رہا ہے، کوئی محبوب کی رضا کے لئے آگ میں کود رہا ہے، کوئی محبوب کو پانے کے لئے کوہ طور پر کھڑا ہے، اور کوئی محبوب کی جستجو میں غار حرا میں رہا ہے۔ آپ بات کرتے ہیں کہ کیا فائدہ ہے۔ کہاں لکھا ہے؟ اور ہم یہ عرض کرتے ہیں کہ

بندگی سے ہمیں تو مطلب ہے
ہم ثواب و عذاب کیا جانیں!
کس میں کتنا ثواب ملتا ہے
عشق والے حساب کیا جانیں!

ہاں، بات کی جائے اُن تین دنوں کی جو بہاولپور میں دریائے ستلج کے کنارے گزرے اور زندگی میں پہلی بار اس نوعیت کے گزرے کہ گھر والوں سے فاصلے اور ہمراہ اللہ والوں کے قافلے تھے، گھر والوں سے رخصت اور اللہ والوں سے قربت تھی۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "اللہ کی راہ میں ایک صبح یا ایک شام گزارنا پوری دنیا اور دنیا کے مال ومتاع سے بہتر ہے۔" (بخاری ومسلم)

ہاں تین دن اور دو راتیں گزر گئیں۔ عشق رسول ﷺ اور فہم دین کی باتیں گزر گئیں۔ اہل وعیال سے دوری کی ساعتیں گزر گئیں۔ مگر حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا۔ وہاں عاشقوں سے مل کر حوصلہ بھی ہوا، استادوں کی باتوں سے جذبہ بھی بڑھا، ماحول کی برکت سے ولولہ بھی ملا۔ اللہ کی خوشنودی کے لیے جان بیچنے کی کوشش بھی ہوئی، اللہ کی راہ میں چند لمحے گزارنے کی سعی کی گئی۔ اگرچہ اس کا حق سے تقابل کریں تو نتیجہ یہی نکلے گا کہ ؏ حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

ہم لاہور سے سفر کر کے بہاولپور اجتماع گاہ میں پہنچے تو عجب سماں تھا۔ عجب شاید اس لئے کہ پہلے کبھی دیکھا کہاں تھا۔ اک الگ ہی جہاں تھا، لوگ ہی لوگ، عاشق ہی عاشق۔ جوان بوڑھے اور بوڑھے جوان۔ چہل پہل اور عجیب سی ہلچل۔ ہم نہ اس طرح کے اجتماع کے عادی تھے اور نہ ذہنی طور پر ہی تیار۔ ہم تو تھے کہ بس ایک آدھا ٹینٹ ہوگا کچھ لوگ ہوں گے اور بس، مگر یہاں تو باقاعدہ ایک ماحول تھا۔

جب دن ڈھلنے لگا تو اجتماع اور سردی کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ جس کی شدت میں وقت کے ساتھ ساتھ اضافہ ہوتا گیا۔ سائنس کے کچھ غیبی اصولوں کے تحت ہمیں سردی کچھ زیادہ لگتی ہے۔ لہٰذا جوں جوں دانتوں کی نچلی اور اوپری فوج آپس میں مصافحہ کرتی، توں توں ہمیں اقبال کی یاد آتی کہ

تو بچا بچا کے نہ رکھ اسے، ترا آئنہ ہے وہ آئنہ
کہ شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہ آئنہ ساز میں

کچھ گھنٹے تو ہم نے یہی پڑھ کے گزارنے کی کوشش کی کہ "نیند کانٹوں پہ بھی آ جاتی ہے آرام کے ساتھ" مگر جب ٹھنڈی ریت اور سرد رات نے ثابت کر دیا کہ ہماری سختی کانٹوں کی چبھن سے بڑھ کر ہے تو ہم بستر سے اٹھے اور ٹھٹھراتے ہوئے خیمے سے باہر امڈ پڑے۔ دل میں سوچا کہ

لطف سجن دم بدم قہر سجن گاہ گاہ
ایں بھی سجن واہ واہ، اوں بھی سجن واہ واہ

سیکیورٹی پہ مقیم اللہ کے چند عاشق اور جذبۂ ایمانی سے سرشار چند نوجوان کچھ لکڑیاں جلائے بیٹھے تھے۔ اور ہماری حالت یہ تھی کہ ہاتھ اور پاؤں سرد اور کپکپی ایسی کہ قدم اٹھانا مشکل، اور ذہن میں یہی خیال تھا کہ

نہ تو ہجر ہی اچھا نہ وصال اچھا ہے
یار جس حال میں رکھے وہی حال اچھا ہے

جب آگ کے قریب پہنچے تو زبان سے دل کے جذبات کا اظہار "الحمدللہ" کے ساتھ کیا اور بس اُسی جگہ کے ہو کر رہ گئے۔ کبھی ہاتھوں سے آگ پکڑنے کی کوشش اور کبھی پاؤں آگ میں ڈالنے کی خواہش۔

اگلے دن ہم نے پہلی بار وہ بابرکت کھانا کھایا جو یقیناً پہلے کبھی نہ کھایا تھا۔ یعنی ایک پنڈال کے نیچے لگ بھگ 4000 انسان اور پھر سارے کے سارے فرزندان اسلام اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھا رہے تھے اور وہ بھی سنت کے مطابق۔ سبحان اللہ! اُسی وقت گھر والوں کا خیال آیا، گھر کے آرام کا احساس جاگا، اور اس احساس کا مقابلہ کرنے کے لئے اللہ کا کلام یاد آیا۔ "جن لوگوں نے ہمارے لئے کوشش کی ہم ان کو ضرور اپنے راستہ دکھا دیں گے۔ اور اللہ تو نیکوکاروں کے ساتھ ہے۔" (العنکبوت:69) "مومنو! تمہارا مال اور اولاد تم کو اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دے اور جو ایسا کرے گا تو وہ لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں۔" (المنافقون: 9) "تمہارا مال اور تمہاری اولاد تو آزمائش ہیں۔ اور اللہ کے ہاں بڑا اجر ہے۔" (التغابن:15)

اجتماع کا مرکزی موضوع "حبِّ رسول اور اُس کے تقاضے" یا حکیم الامت کے الفاظ میں "دہر میں اسم محمدؐ سے اجالا کر دے" تھا۔ ہمارا ایمان اس بات کا گواہ ٹھہرا کہ جان سے بڑھ کر عزیز اسم محمدؐ کے تذکروں سے قلب وذہن کی دنیا منور ہوئی۔ یہ اسم گرامی ہے ہی ایسا جس سے اجالے پھوٹتے اور تاریکیاں چھٹ جاتی ہیں۔ مقررین نے بھرپور انداز سے حضور ﷺ کی حیات طیبہ اور آپؐ کے برپا کردہ انقلاب پر روشنی ڈالی۔ آپؐ کی اخلاقیات اور تعلیمات کا نہایت خوش آئند پرچار کیا۔

ہم نے بہاولپور میں تین دن گزار دیے۔ ایمان کی تقویت کا سامان کیا۔ عشق کے تعلقات استوار کیے اور محبوب کی خوشنودی تلاش کرتے رہے۔ مگر اِس دوران دنیا خاموش رہی، لاتعلق رہی ہم سے اور ہم دنیا سے۔ شاید کسی کو پتا بھی نہ چلا کہ ہم شرکاء اجتماع نے کیا کچھ پالیا، کیا کچھ جیت لیا اور کس مقام کو پہنچ گئے۔ شاید یہ بات کسی کے علم میں بھی نہیں آئی۔ کسی نے اخبار میں پڑھ بھی لیا تو دھیان نہ دیا ہوگا۔ البتہ ایک بات کا ہمیں یقین ہے کہ جس وقت ہم 4000 عاشق وہاں موجود، اللہ کے ذکر اور محمد ﷺ کی سنتوں میں مشغول تھے، اُس وقت شیطان کہیں نہ کہیں اپنے دربار میں کھڑا ہمیں دیکھ رہا تھا۔ اس کے درباری سر جھکائے کھڑے تھے اور شیطان غم اور غصے کے عالم میں کبھی ہمیں دیکھتا تھا اور کبھی ان کو۔ اسے سمجھ نہ آتی تھی کہ کیا کرے۔ اسی پریشانی میں سر جھکائے، ہاتھ باندھے وہ دربار کے چکر کاٹتا رہا، کبھی آگے کبھی پیچھے۔ اسے کچھ سجھائی نہ دیتا تھا۔ بس ہمیں دیکھتا تھا اور کہتا تھا کہ ؏ "ہو نہ جائے آشکارا شرعِ پیغمبرؐ کہیں"

دردِ عشق (نظم)

گزشتہ سے پیوستہ

دوسرا بند:

غافل ہے تجھ سے حیرت علم آفریدہ دیکھ! — جویا نہیں تری نگہ نارسیدہ دیکھ
رہنے دے جستجو میں خیال بلند کو — حیرت میں چھوڑ دیدۂ حکمت پسند کو
جس کی بہار تو ہو یہ ایسا چمن نہیں — قابل تیری نمود کے یہ انجمن نہیں
یہ انجمن ہے کشتۂ نظارۂ مجاز — مقصد تری نگاہ کا خلوت سرائے راز
ہر دل مئے خیال کی مستی سے چور ہے — کچھ اور آج کل کے کلیموں کا طور ہے

الفاظ کے معنی:

حیرتِ علم آفریدہ: حیرانی جو علم سے پیدا ہوتی ہے- جویا: ڈھونڈنے والی

نگاہ نارسیدہ: وہ نگاہ جو حقیقت تک نہ پہنچ سکے- کشتۂ نظارہ مجاز: ظاہر کے نظارہ کی ماری ہوئی

خلوت سرائے راز: رازِ حقیقت کے پوشیدہ رہنے کا مقام

شرح:

9۔ موجودہ دور کے علوم نے جو حیرانی پیدا کر رکھی ہے وہ عشق کی حقیقت سے بالکل بے پروا ہے، اس کے نزدیک تیری کوئی قدر و منزلت نہیں۔ مطلب یہ کہ جو نگاہ حقیقت تک نہیں پہنچ سکتی اُسے تیری تلاش کب ہو سکتی ہے؟

10۔ ظاہری علوم کے شیدائی اپنی بلند خیالی کے باعث حقیقت کی تلاش میں اِدھر اُدھر ٹامک ٹوئیاں مار رہے ہیں۔ حالانکہ دردِ عشق کی رہنمائی کے بغیر وہ اپنا مقصد حاصل نہیں کر سکتے۔ لہٰذا جو آنکھ حکمت اور فلسفے کے ذریعے اس گتھی کو سلجھانا چاہتی ہے اس آنکھ کو حسرت اور حیرانی کی حالت میں رہنے دے کیونکہ وہ بھی تجھ (دردِ عشق) سے کوئی واسطہ نہیں رکھنا چاہتی۔ مطلب یہ کہ جو لوگ فلسفہ و حکمت پر شیدا ہیں وہ منزل و مقصود پر نہیں پہنچ سکیں گے اور حیرانی میں ہی عمر گزار دیں گے کیونکہ یہ منزل ''عشق'' کی رہنمائی کے بغیر طے نہیں ہو سکتی۔

11۔ اقبال شکوہ کناں ہیں کہ موجودہ زمانے کا چمن ایسا نہیں جس کی تو بہار بن سکے یعنی عہدِ حاضر کی انجمن تیری جلوہ گری کے قابل نہیں ہے۔

12۔ دردِ عشق کی منزلِ مقصود وہ خلوت گاہ ہے جہاں حقیقت کا راز چھپا ہوا ہے یعنی اس دولت کو پانے کے لیے ظاہر کے بجائے چھپے ہوئے حقائق سے واقفیت ضروری ہے جبکہ یہ انجمن (دورِ حاضر) صرف مجازی نظاروں اور ظاہری حقائق پر فریفتہ ہے۔

13۔ آج کا انسان صرف خیال کے گھوڑے پر سوار ہو کر منزل تک پہنچنا چاہتا ہے اور خیال کی مستی میں غرق رہنا چاہتا ہے۔ اگرچہ یہ لوگ کلیم ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، یعنی حقیقت کو جاننے کے دعوے دار ہیں لیکن ان کا طور وہ نہیں جہاں موسیٰؑ کو حقیقت کی تجلی نظر آئی تھی بلکہ یہ لوگ حقیقت تک پہنچنے کا راستہ چھوڑ کر دوسری وادیوں میں ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔

☆☆☆

حلقہ کراچی جنوبی کے تحت مقامی امراء و نقباء کا تربیتی اجتماع

نقباء کی تربیت کے لئے حلقہ کراچی جنوبی کے تحت امسال تین اجتماعات کے انعقاد کا فیصلہ کیا گیا، جن کے موضوعات یہ تھے: نقیب بحیثیت مربی، نقیب بحیثیت منتظم اور اجتماع اُسرہ کیسے منعقد کیا جائے۔ اس سلسلے کا پہلا اجتماع قرآن اکیڈمی ڈیفنس میں منعقد ہوا۔ اس اجتماع میں امراء، مقامی نقباء اور نائب نقباء کے علاوہ 84 رفقاء شریک ہوئے۔ حلقہ کے معتمد عبید احمد نے ابتدائی کلمات کہے۔ اجتماع کا باقاعدہ آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ بعد ازاں عبید احمد نے مطالعہ حدیث مبارکہ کی سعادت حاصل کی۔ انہوں نے آپ ﷺ کے ایک فرمان مبارک کی روشنی میں ''صدقہ کا جامع تصور'' کے موضوع پر مختصر تذکیر کرائی۔ ان کے بعد حلقہ کے ناظم دعوت حافظ عمیر انور نے ''مربی کی ذمہ داریاں'' کے موضوع پر تذکیری بیان کیا۔ انہوں نے اپنے خطاب میں نظام العمل میں درج نقیب اسرہ کے فرائض منصبی کا مطالعہ کروایا اور واضح کیا کہ ہر سطح کا صاحب امر اپنے فوری (Immediate) نظم زیریں کا براہ راست نقیب ہے۔ انہوں نے کہا کہ نظام العمل کے مطابق نقیب اسرہ کی اولین ذمہ داری اپنے اسرہ میں شامل رفقاء کی ذاتی اور خانگی مسائل میں دلچسپی لینا ہے۔ محسوس ہوتا ہے کہ ہم اس پہلو کو کچھ نظر انداز کر رہے ہیں۔ ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ ایک مضبوط اور روح اخوت پر مبنی اسرہ کی تشکیل کے لئے نقباء کا اپنے رفقاء کے ساتھ مخلصانہ و خیر خواہانہ تعلق قائم ہونا انتہائی ضروری ہے۔ اس کے بعد انہوں نے بتایا کہ ایک نقیب کس طرح سے اپنی ذمہ داری احسن طور پر ادا کر سکتا اور اسرہ کے ماحول کو بہتر سے بہتر بنا سکتا ہے۔ بعد ازاں حلقہ کے ناظم تربیت ڈاکٹر محمد الیاس نے ''نقیب بحیثیت مربی'' کے موضوع پر ایک مذاکرہ کرایا۔ آخر میں امیر حلقہ نے ''غلطیوں کی اصلاح کا نبوی طریق کار'' کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ کے عظیم الشان انداز تربیت و اصلاح کی چند عملی مثالیں سیرت النبی ﷺ سے پیش کیں، اور بتایا کہ ہم اسی طریقہ اصلاح کو اپنا کر ہی رفقاء کی اچھے اسلوب سے تربیت کر سکتے ہیں۔ امیر حلقہ نے تمام شرکاء اور خصوصاً مدرسین کا شکریہ بھی ادا کیا جنہوں نے اپنی ذمہ داریاں بخوبی انجام دیں۔ دعائیہ کلمات پر یہ اجتماع اختتام پذیر ہوا۔ اللہ سے دعا ہے کہ ہمیں تادم آخر اپنے دین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری محنتوں کو شرف قبولیت سے نوازے۔ آمین! (رپورٹ: محمد سہیل)

حلقہ کراچی شمالی کے تحت سرجانی ٹاؤن میں دعوتی کیمپ

حلقہ کراچی شمالی کی پانچ تنظیم (اورنگی ٹاؤن، ناظم آباد، نارتھ ناظم آباد، نیو کراچی اور سرجانی ٹاؤن) کے تحت سرجانی ٹاؤن میں ایک دعوتی پروگرام منعقد کیا گیا، جس کی میزبانی کی ذمہ داری سرجانی ٹاؤن تنظیم کو دی گئی۔ سرجانی تنظیم کے ذمہ داران نے ایک اجلاس میں مشاورت کے بعد جناب وقاص قائم کو دعوتی پروگرام کی نظامت کی ذمہ داری تفویض کی گئی۔ بعد ازاں پروگرام کی مکمل منصوبہ بندی کی گئی اور تیاری شروع کر دی گئی۔ پروگرام کے لئے مہر شادی لان کا انتخاب کیا گیا اور اس مقصد کے لئے قبل ازیں تشہیری مہم چلائی گئی۔ پروگرام کے روز رفقاء نے علاقے میں گشت کر کے حیا اور ایمان کے موضوع پر پمفلٹ، دعوتی پروگرام کا ہینڈ بل اور تنظیم اسلامی کا تعارفی کتابچہ تقسیم کیا اور اہلِ محلہ کو پروگرام میں شرکت کی دعوت دی۔ مغرب کے بعد انجینئر عثمان علی کا خطاب ہوا۔ موضوع تھا: حیاء اور ایمان: عثمان علی نے کہا کہ بے حیائی شیطان کا ہتھیار ہے۔ ایک منتظم سازش کے تحت اسے ہمارے معاشرے میں پھیلایا جا رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ بے حیائی اور ایمان ساتھ نہیں رہ سکتے۔ جب معاشرے میں بے حیائی عام ہو جائے تو ایمان حقیقی رخصت ہو جاتا ہے۔ لہٰذا ہمیں اپنے ایمان کی حفاظت کے لئے اپنے گھروں سے بے حیائی کو نکالنا ہوگا۔ معاشرے میں رائج مخلوط اجتماعات، الیکٹرونک اور پرنٹ میڈیا میں ثقافت کے نام پر بے حیائی کے مظاہر کے خاتمہ کے لئے بھرپور جدوجہد کرنا اور لوگوں میں شعور بیدار کرنا ہوگا۔ اسی صورت میں ہم اپنے معاشرے کو تباہ ہونے سے بچا سکتے ہیں۔ پروگرام میں 600 سے زائد خواتین و حضرات نے شرکت کی۔ شریک خواتین کے لئے الگ باپردہ انتظام کیا گیا تھا۔ (مرتب: منظور الحق)

Khadijah رضی اللہ عنہا – The Beloved of The Prophet Muhammad ﷺ

By Farah Naz Zahidi

He was young, handsome, of noble lineage and of impeccable character. He was known as "The Truthful" and "The Trustworthy". Yes, he was born an orphan and his financial standing was not the best when Khadijah رضی اللہ عنہا met him. But he, nevertheless, was the best of the best. The epitome of the human race, when Khadijah رضی اللہ عنہا proposed to him, was a young 25, when she was 40 and widowed twice before, having borne children from both earlier marriages. He could have had any younger girl, any virgin who did not carry with her the baggage of widowhood and children. So why, then, did he accept her proposal?

Two reasons come to my humble mind.

Firstly, the "he" in question was Muhammad ﷺ, a young man but not just any man. Although he had not yet attained prophethood, he could look beneath the surface….the superficial. Khadijah رضی اللہ عنہا even on the apparent was a beautiful woman. "*Ameerat-Quraish*" or "Princess of Quraish" as she was called, she was rich, beautiful and had social standing. Yet, for Muhammad ﷺ, it would have to be more than riches and beauty that drew him towards the decision of accepting this proposal. Khadijah had qualities that were unmatched, as time would prove; maturity, wisdom, intelligence, loyalty, generosity and courage.

Secondly, this was the woman (like all of his other wives) who was chosen to be his wife by Allah in His infinite wisdom. She was the only wife who bore Muhammad's ﷺ children and had the longest singular companionship with him – a companionship of almost 25 years. She was to be the backbone of Islam, the foundation stone of Islam, the first ever Muslim who believed in Muhammad ﷺ as Allah's last and chosen Prophet. If it were not for her unflinching support for him and unequivocal faith in him, Muhammad ﷺ would have still done what Allah destined for him to do, but without Khadijah رضی اللہ عنہا beside, it would have been a lonelier and even more tedious journey.

Whenever I read about Khadijah رضی اللہ عنہا I am amazed, always, by how much she loved and supported him. She opened the doors to her home and heart to him. She shared her wealth with him. She took into her home his cousin, the young Ali رضی اللہ عنہ and then there was Zaid ibn Harith رضی اللہ عنہ. And then, there were her own children – Qasim رضی اللہ عنہ (who died young), Zainab رضی اللہ عنہا, Ruqayya رضی اللہ عنہا, Umm Kulthum رضی اللہ عنہا, Fatimah رضی اللہ عنہا and Abdullah رضی اللہ عنہ (who also died very young). And this blessed home's doors were open to all – charity was a norm – an abundant norm. As a couple, they complemented each other so beautifully and thought so much in synch, that goodness was what their world was full of.

The years before and around prophethood of Muhammad ﷺ would have been tough for her. Imagine how she felt when he disappeared into the cave of Hira and did not come home for days. Any wife in her position would cease to see the bigger picture and let the desire to own her man and his time take over. But Khadijah رضی اللہ عنہا knew her man. She allowed him the space he needed to grow inch by inch and day by day towards prophethood and her support remained unequivocal. There are reports that she would climb up to the cave of Hira and carry food and water for him. She was not exactly young at that time. But she did what it took to support him.

Perhaps the most well-known and yet never deplete of lessons and emotional impact is the incidence when the Muhammad ﷺ returned after he received the first revelation from the cave of Hira, having witnessed the angel Gabriel علیہ السلام; shivering, and scared. Realizing somewhat what a massive responsibility laid ahead of him, understanding that his life would change forever, fearing for his safety, and in those moments as he asked her to cover him with a blanket. It was Khadijah رضی اللہ عنہا by his side – to comfort and calm him down.

Her words at this moment have gone down in history. In *Saheeh Bukhari*, is mentioned:

"Then he went to Khadijah bint Khuwailid and said, "Cover me! Cover me!" They covered him till his fear was over and after that he told her everything that had happened and said, "I fear that something may happen

to me." Khadijah replied, "Never! By Allah, Allah will never disgrace you. You keep good relations with your kith and kin, help the poor and the destitute, serve your guests generously and assist the deserving calamity-afflicted ones."

She was the first to believe in his prophethood and therefore the first Muslim. Today, Muslims are a 2.1 billion strong, and growing. At that time, in those crucial moments that were to alter history, it was just her.

We all need that one person, at least, to believe in us implicitly, to know our mettle, to bring out the best in us and to be our fall-back. We need to know in moments of fear and insecurity and vulnerability that there is someone who will stand by us, no matter what. And the bigger and more important a human's intended task or goal, the better will be the person Allah chooses to complement us, to facilitate an ultimate aim. For Prophet Muhammad ﷺ, Allah chose Khadijah رضی اللہ عنہا.

It is then no small wonder that once; Gabriel علیہ السلام came to the Prophet ﷺ and said:

"O Allah's Messenger! This is Khadijah, coming to you with a dish having meat soup (or some food or drink). When she reaches you, greet her on behalf of her Lord (Allah SWT) and on my (AS) behalf, and give her the glad tidings of having a palace made of Qasab in Paradise, wherein there will be neither any noise nor any toil (fatigue, trouble, etc.)." [Al-Bukhari]

Muhammad ﷺ included her in the four foremost ladies of the universe: Khadijah bint Khuwailid herself رضی اللہ عنہا, Fatimah bint Muhammad رضی اللہ عنہا, Maryam bint Imran علیہا السلام (the mother of the Prophet Isa) and 'Asia bint Muzahim (the wife of the Pharaoh).

The richest woman in Makkah sacrificed all her wealth for the cause of Islam. The Princess of Quraish had to sustain the hardships of the 3 years of political and economic boycott, during which the Muslims had to stay in *Shaib e Abi Talib*, at times surviving by eating mere leaves! Yet, she did not complain or let go of her '*sabr*'.

It is no wonder, then, that Muhammad ﷺ never really got over her death. He called the year of her death "*the year of grief*". A Companion of the Prophet narrates that whenever any gift was brought to him he would immediately send it to some lady who had been a friend of Khadijah رضی اللہ عنہا. Ayesha رضی اللہ عنہا, a favorite wife of Muhammad ﷺ says that whenever a goat was slaughtered the Prophet ﷺ would send some meat to Khadija's رضی اللہ عنہا friends; when she remarked about this on one occasion he told her that he had great regard for her friends, as she had a special place in his heart. Ayesha said she never experienced such a feeling of natural feminine jealousy for any other wife of the Prophet ﷺ as she did for Khadijah رضی اللہ عنہا. She also narrates that whenever Muhammad ﷺ spoke of her he would talk at great length and praise her qualities, and pray for her forgiveness.

Once the Blessed Messenger ﷺ mentioned Khadijah رضی اللہ عنہا before Ayesha رضی اللہ عنہا, the latter responded: "She was not but a such and such of an old lady and Allah replaced her with a better one for you." He replied:

"Indeed Allah did not grant me better than her; she accepted me when people rejected me, she believed in me when people doubted me, she shared her wealth with me when people deprived me, and Allah granted me children only through her."

Ayesha رضی اللہ عنہا says, after this incident, "I learnt to keep quiet, whenever Khadījah's name was mentioned by Muhammad." (Sahih Muslim)

Her place in his life can easily be understood by the fact that till she lived, the young Muhammad ﷺ, in the prime of his youth, did not marry any other woman.

She fulfilled all his needs and gave him the happy content married life that is required for anyone who wishes to achieve or do anything great in life. Khadijah رضی اللہ عنہا, Mother of the believers, took care of the home front and gave Muhammad ﷺ support in the worst of times, enabling him to do what he did. For her part, she understood and appreciated him and his responsibility. For his part, he cherished and appreciated who she was and what she meant to him. Together, they complemented each other, working hand in hand for a cause bigger than anything.

Such a companionship, then, is the material of the truest love story ever.